كتاب الفقه

2

روزمرہ کے بنیادی مسائل

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

E-MARKAZ
YOUR ONLINE MADRASA

کتاب الفقہ

2

روزمرہ کے بنیادی مسائل

مولانا محمد الیاس گھمن دامت برکاتہم
متکلم اسلام

E-MARKAZ
YOUR ONLINE MADRASA
emarkaz.org

جملہ حقوق بحق ادارہ مرکز eMarkaz محفوظ ہیں

نام کتاب	کتاب الفقہ-حصہ دوم
تالیف	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ
تاریخ اشاعت	رمضان المبارک 1447ھ-مارچ 2026ء
بار اشاعت	دوم
تعداد	1100
ناشر	مکتبہ دار الایمان

کتاب منگوانے کا پتہ:

مکتبہ دار الایمان، مرکز اھل السنۃ والجماعۃ، 87 جنوبی، مال روڈ، سرگودھا

0321-6353540

www.emarkaz.org

فہرست

باب اول: نکاح کے احکام و مسائل 10

نکاح کے فضائل اور اہمیت 11

نکاح کا معنی اور حکم 12

نکاح کے ارکان اور شرائط 13

[1]: گواہوں کا مجلس نکاح میں موجود ہونا 13

[2]: عورت کا مرد کے لیے حلال ہونا 14

[3]: نکاح کرنے کا اہل ہونا 14

[4]: گواہوں کا ایجاب و قبول کے الفاظ کو سننا 14

[5]: عورت کا نکاح کے لیے راضی ہونا 14

[6]: ایجاب و قبول کا ایک مجلس میں ہونا 15

[7]: زوج اور زوجہ کا معلوم ہونا 15

مہر کا بیان 16

مہر کے صحیح ہونے کی شرائط: 16

مہر کی اقسام: 16

مہر معجّل اور مہرِ مؤجّل 17

چند مسائل: 17

محرمات کا بیان 20

[1]: نسبی رشتہ دار ہونا 21

[2]: سسرالی رشتہ دار ہونا 22

[3]: رضاعی رشتہ داری ہونا 24

[4]: محرم عورتوں سے اکٹھے نکاح کرنا 24

[5]: عورت کا کسی کے نکاح میں ہونا 25

[6]: عورت کا عدت میں ہونا 25

[7]: کسی آسمانی دین کا قائل نہ ہونا 25

[8]: تین طلاق یافتہ ہونا 26

[9]: بیک وقت چار سے زائد عورتوں سے نکاح کرنا 26

جن عورتوں سے نکاح جائز ہے 26

ولایتِ نکاح کا بیان 27

ولایت کی اقسام: 27

[1]: ولایتِ اِلزام 27

[2]: ولایتِ اِجبار 28

[3]: ولایتِ ندب 28

اہلیتِ ولی کی شرائط: 28

اولیاء کی ترتیب: 28

چند مسائل: 29

وکالتِ نکاح کا بیان 31

چند مسائل: 32

مشق نمبر 1 33

کَفاءت (برابری) کا بیان 37

(1): نسب وخاندان میں برابری 37

(2): مسلمان ہونے میں برابری 38

(3): دین داری میں برابری 39

(4): مال میں برابری 39

(5): پیشے میں برابری 39

چند مسائل: 39

شادی کے مراحل؛ قدم بہ قدم 40

رشتے کا انتخاب: 40

نکاح سے پہلے دعا واستخارہ کی ضرورت: 40

صاحب الرائے شخصیت سے مشورہ کرنا: 41

نکاح سے پہلے لڑکی کو ایک نظر دیکھنا: 41

پیغامِ نکاح بھیجنا: 41

منگنی اور تاریخ کا تعین: 42

مجلسِ نکاح: 43

جہیز اور راہِ اعتدال: 44

مروجہ جہیز کے نقصانات: 45

امورِ نکاح میں سادگی کو فروغ دینا: 45

بارات کے متعلق ہدایات: 45

رخصتی کا صحیح طریقہ: 46

دعوت ولیمہ: 46

نفقہ و سکنیٰ کا بیان 48

باب دوم؛ رضاعت کے احکام و مسائل 51

باب سوم: طلاق کے احکام و مسائل 55

طلاق کی مشروعیت کی حکمت اور ضرورت 56

طلاق کا معنیٰ اور اقسام 59

طلاق کی اقسام: 59

[1]: طلاق دینے کے اعتبار سے تقسیم 59

1: طلاق احسن (بہت اچھا طریقہ) 59

2: طلاق حسن (اچھا طریقہ) 59

3: طلاق بدعت (ناجائز و غلط طریقہ) 60

[2]: وقوعِ طلاق کے اعتبار سے تقسیم 60

1: طلاق رجعی 60
2: طلاق بائن 61
3: طلاق مغلّظہ 61
وقوعِ طلاق کے اعتبار سے چند مسائل: 61
[3]: الفاظِ طلاق کے اعتبار سے تقسیم 63
1: طلاق صریح 63
2: طلاق کِنایہ 64
فائدہ نمبر 1: کنایہ الفاظ کی تعریف میں "طلاق" اور "غیر طلاق" کا مفہوم 64
فائدہ نمبر 2: کنایہ الفاظ کی اقسام 65
فائدہ نمبر 3: کنایہ الفاظ سے طلاق کا وقوع اور عدمِ وقوع 66
فائدہ نمبر 4: بعض کنایہ الفاظ کا بیان جن سے بلانیت طلاق واقع ہو جاتی ہے 67
الفاظِ طلاق کے اعتبار سے چند مسائل: 67
طلاق کے چند عمومی مسائل: 67
مشق نمبر 2 70
رخصتی سے پہلے طلاق دینے کا بیان 74
موانع ثلاثہ: 74
چند مسائل: 74
رخصتی کے بعد طلاق دینے کا بیان 75
چند مسائل: 75

طلاق معلّق کا بیان 79

چند مسائل: 79

بیماری کی حالت میں طلاق دینے کا بیان... 82

چند مسائل: 82

خلع کا بیان 83

چند مسائل: 84

فسخِ نکاح کا بیان 85

فسخِ نکاح کے اسباب: 85

فسخِ نکاح کا صحیح طریقہ: 86

مشق نمبر 3 92

ظہار کا بیان 95

ظہار کا حکم: 95

ظہار کا کفارہ: 96

چند مسائل: 96

ایلاء کا بیان 97

ایلاء کا حکم: 97

چند مسائل: 97

لعان کا بیان 99

لعان کا طریقہ: 99

ان امور کا بیان جن سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے 101

ان امور کا بیان جن سے نکاح نہیں ٹوٹتا 101

عدت کا بیان 102

چند مسائل: 103

ثبوتِ نسب 105

بچے کی پرورش کا حق 107

باب چہارم: قسم کے مسائل واحکام 109

قسم کی اقسام 110

1: یمین غُموس 111

2: یمین لغو 111

3: یمین منعقدہ 111

قسم کا کفارہ: 111

چند مسائل: 112

نذر (منت) ماننا 114

مشق نمبر 4 117

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

باب اول: نکاح کے احکام ومسائل

اس باب میں درج ذیل عنوانات کا بیان ہو گا:

[1]: نکاح کے فضائل اور اہمیت

[2]: نکاح کا معنی اور حکم

[3]: نکاح کے ارکان اور شرائط

[4]: مہر کا بیان

[5]: مُحرّمات کا بیان

[6]: جن عورتوں سے نکاح جائز ہے

[7]: ولایتِ نکاح کا بیان

[8]: وکالتِ نکاح کا بیان

[9]: کَفاءت (برابری) کا بیان

[10]: شادی کے مراحل؛ قدم بہ قدم

[11]: نفقہ وسکنیٰ کا بیان

نکاح کے فضائل اور اہمیت

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَ مِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡكُنُوۡۤا اِلَيۡهَا وَ جَعَلَ بَيۡنَكُمۡ مَّوَدَّةً وَّ رَحۡمَةً ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ (۲۱) ﴾

سورۃ الروم:21

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اسی نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی پیدا فرما دی۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے بڑی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِيْنَ ؛ الْحَيَاءُ وَالتَّعَطُّرُ وَالسِّوَاكُ وَالنِّكَاحُ.

سنن الترمذی: رقم الحدیث 1080

ترجمہ: چار چیزیں انبیاء کرام علیہم السلام کی سنن میں شامل ہیں: حیا، خوشبو، مسواک اور نکاح۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدْ كَمُلَ نِصْفُ الدِّيْنِ، فَلْيَتَّقِ اللهَ فِي النِّصْفِ الْبَاقِيْ.

شعب الایمان للبیہقی: رقم الحدیث 5100

ترجمہ: جب کوئی شخص نکاح کرتا ہے تو (اس کا) آدھا ایمان مکمل ہو جاتا ہے۔ اب اسے چاہیے کہ باقی آدھے کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔

اسلام؛ دینِ فطرت ہے۔ اسلام کا کوئی حکم ایسا نہیں جو فطرتِ سلیمہ سے میل نہ کھاتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فطرتِ انسان میں جنسی خواہشات کا جذبہ رکھ دیا ہے۔ دین اسلام نے اس جذبہ کی جائز تسکین کے لیے نکاح کا تصور پیش کیا ہے۔ اسی لیے تمام شریعتوں میں نکاح کا حکم رہا ہے۔ نکاح انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ کئی دنیوی اور اخروی فوائد نکاح سے حاصل ہوتے ہیں۔ ذیل میں ان فوائد کا ذکر کیا جاتا ہے جن سے نکاح کی اہمیت واضح ہو گی:

1: نکاح کرنے والا شخص انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت پر عمل پیرا ہوتا ہے۔

2: نکاح؛ نسلِ انسانی کی بقا کا ذریعہ ہے۔

3: نکاح؛ امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افراد میں اضافے کا ذریعہ ہے جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن باقی امتوں پر فخر فرمائیں گے۔

4: نکاح سے انسان کی جنسی تسکین جائز طریقے سے ہوتی ہے۔

5: نکاح سے انسان تقویٰ و پرہیز گاری کی زندگی گزارتا ہے۔

6: نکاح دو خاندانوں کے مابین رشتے اور تعلقات استوار کرتا ہے۔

7: نکاح سے ایک صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

8: بیوی کے نان ونفقہ کی ذمہ داری اٹھانے سے مرد ثواب کا مستحق قرار پاتا ہے۔

9: نکاح؛ سکون اور راحت کا باعث ہے۔

10: نکاح؛ طبی طور پر جسمانی اور ذہنی امراض سے بچاتا ہے۔

نکاح کا معنی اور حکم

نکاح کا لغوی معنی ہے: ضم کرنا، ملانا۔

نکاح کا اصطلاحی معنی ہے: ایسا عقد (معاہدہ) جس کے ذریعے مرد کا عورت سے نفع اٹھانا (جنسی تعلق قائم کرنا) حلال ہو جاتا ہے۔

حالات کے مختلف ہونے کے اعتبار سے نکاح کا حکم مختلف ہوتا ہے:

[1]: اگر مرد کی حالت اعتدال کی ہو یعنی اسے عورت کی خواہش بہت زیادہ نہ ہو اور اس کے پاس عورت کے ضروری اخراجات کو برداشت کرنے کی استطاعت موجود ہو تو نکاح کرنا "سنت مؤکدہ" ہے۔

[2]: اگر مرد کو عورت کی شدید خواہش ہو، زنا میں مبتلا ہونے کا خطرہ زیادہ ہو اور اس کے پاس عورت کے ضروری اخراجات کو برداشت کرنے کی استطاعت ہو تو نکاح کرنا "واجب" ہے۔

اگر اس شخص کے پاس بیوی کے اخراجات برداشت کرنے کی صلاحیت نہ ہو تو اسے چاہیے کہ کثرت سے روزے رکھے۔ پھر جب اخراجات کی گنجائش پیدا ہو جائے تب نکاح کرلے۔

[3]: ایک شخص کو گمانِ غالب ہو کہ اگر میں نے نکاح کیا تو بیوی کے حقوق ادا نہیں کر سکوں گا تو ایسی صورت میں نکاح کرنا "مکروہ تحریمی" ہے۔

[4]: یقین ہو کہ اگر نکاح کیا تو مجھ سے بیوی پر ظلم ہی ہو گا تو ایسی صورت میں نکاح کرنا "حرام" ہے۔

نکاح کے ارکان اور شرائط

نکاح کے دو ارکان ہیں:

[1]: ایجاب

[2]: قبول

فریقین میں سے جس کی گفتگو پہلے ہو اسے "ایجاب" کہتے ہیں اور جس کی گفتگو بعد میں ہو اسے "قبول" کہتے ہیں۔ مثلاً محمد اسلم نے گواہوں کی موجودگی میں محمد اکرم سے کہا: "میں نے اپنی فلاں بیٹی کا نکاح تم سے کیا۔" محمد اکرم نے جواب میں کہا: "مجھے قبول ہے۔" اس طرح نکاح ہو جاتا ہے۔ اس مثال میں محمد اسلم کا کلام "ایجاب" اور محمد اکرم کا کلام "قبول" ہے۔

نکاح کے صحیح ہونے کے لیے چند شرائط ہیں۔ اگر یہ نہ پائی جائیں تو نکاح صحیح نہیں ہوتا۔ ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں:

[1]: گواہوں کا مجلس نکاح میں موجود ہونا

نکاح کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے کہ ایجاب و قبول کم از کم ایسے دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے کیا جائے جو مسلمان عاقل بالغ ہوں۔ چنانچہ:

☼ اگر کسی شخص نے بغیر گواہوں کے تنہائی میں ایجاب کیا اور دوسرے نے قبول کیا تو یہ نکاح منعقد نہیں ہوا۔

☼ اگر ایجاب و قبول کے وقت صرف ایک گواہ موجود ہو تب بھی نکاح نہیں ہوتا۔

☼ اگر گواہوں میں کوئی مرد نہ ہو، صرف عورتیں ہی عورتیں ہوں چاہے چار سے زیادہ ہی کیوں نہ ہوں تو بھی

نکاح نہیں ہوتا۔

☼ گواہ تو دو مرد ہوں لیکن مسلمان نہ ہوں یا مسلمان ہوں لیکن نابالغ ہوں یا ایک بالغ ہوں یا ایک بالغ اور دوسرا نابالغ ہو تو بھی نکاح صحیح نہیں ہوتا۔

[2]: عورت کا مرد کے لیے حلال ہونا

یعنی مرد اور عورت میں کوئی ایسی وجہ نہ پائی جائے جس کی موجودگی میں دونوں کا نکاح جائز نہیں ہوتا۔ مثلاً دونوں میں کوئی نسبی تعلق ہو جیسے دونوں چچا بھتیجی ہوں، ماموں بھانجی ہوں یا رضاعی تعلق ہو جیسے دونوں رضاعی بھائی بہن ہوں تو ان صورتوں میں نکاح نہیں ہوتا۔

[3]: نکاح کرنے کا اہل ہونا

جس شخص کا نکاح ہو رہا ہے وہ نکاح کا اہل بھی ہو یعنی عاقل و بالغ ہو۔ چنانچہ اگر کسی مجنون یا نابالغ بچے نے خود اپنا نکاح کیا تو یہ نکاح منعقد نہیں ہو گا بلکہ ان کے ولی کی اجازت پر موقوف ہو گا۔ اگر ولی نے اجازت دے دی تو نکاح منعقد ہو جائے گا ورنہ نہیں۔ (ولی کی تعریف آگے آ رہی ہے)

[4]: گواہوں کا ایجاب و قبول کے الفاظ کو سننا

نکاح کے منعقد ہونے کے لیے ضروری ہے کہ گواہان؛ ایجاب و قبول کے الفاظ بھی سنیں۔ اگر محفلِ نکاح میں اتنی آہستہ آواز سے ایجاب و قبول کیا گیا کہ گواہوں نے نہیں سنا تو نکاح صحیح نہیں ہوا۔

[5]: عورت کا نکاح کے لیے راضی ہونا

عورت اگر عاقلہ بالغہ ہو تو نکاح کے لیے اس کی رضامندی ضروری ہے۔ عاقلہ بالغہ عورت نکاح پر راضی نہ ہو تو جبراً اس کا نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ اس عورت کے ولی کو اس کا جبراً نکاح کروانے کا حق نہیں ہے۔

اور اگر لڑکا یا لڑکی نابالغ ہوں تو نکاح کے صحیح ہونے کے لیے ان کے ولی کی رضامندی ضروری ہے۔ اس کی مزید تفصیل آگے آ رہی ہے۔

نوٹ: اگر کسی عورت پر جبر کیا گیا اور ڈرا دھمکا کر اس سے نکاح نامے پر دستخط لیے گئے، اس نے زبان سے قبول

نہیں کیا تو نکاح نہیں ہوا۔ ہاں اگر دباؤ میں آ کر اس لڑکی نے گواہوں کی موجودگی میں زبان سے نکاح کو قبول کر لیا یا کسی کو نکاح کا وکیل بنا دیا تو یہ اس کی رضامندی سمجھی جائے گی اور نکاح کروانا درست ہو گا۔

[6]: ایجاب و قبول کا ایک مجلس میں ہونا

اگر ایجاب ایک مجلس میں اور قبول دوسری مجلس میں ہوا تو نکاح صحیح نہیں ہوا۔

نوٹ نمبر1: ہمارے معاشرے میں جو نکاح ہوتے ہیں ان میں عام طور پر لڑکی سے جب قبول کروایا جاتا ہے تو وہ گھر میں بیٹھی ہوتی ہے اور دلہا باہر مسجد یا کسی دوسری مجلس میں ہوتا ہے لیکن دیکھا جائے تو یہاں بھی ایجاب و قبول کی مجلس ایک ہی ہوتی ہے۔ لڑکی سے جو دستخط لیے جاتے ہیں وہ دراصل اپنے والد یا بھائی وغیرہ کو وکیل بنانے کے لیے ہوتے ہیں۔ محفل نکاح میں ایک طرف سے لڑکا اور دوسری طرف سے لڑکی کا ولی؛ باپ یا بھائی یا کوئی وکیل اور گواہان ہوتے ہیں۔ تو ایجاب و قبول ایک ہی مجلس میں ہوتا ہے اس لیے نکاح درست ہوتا ہے۔

نوٹ نمبر2: آن لائن نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ یعنی لڑکا ایک جگہ اور لڑکی دوسری جگہ ہو اور ٹیلیفون یا انٹرنیٹ کے ذریعے ایجاب و قبول کر لیا جائے۔ وجہ یہ ہے کہ یہاں مجلس ایک نہیں ہوتی۔ اس کے جواز کا طریقہ یہ ہے کہ ایک فریق کسی کو آن لائن، فون یا انٹرنیٹ کے ذریعے اپنا وکیل بنا دے۔ پھر یہ وکیل، دوسرا فریق اور گواہان ایک مجلس میں بیٹھ کر ایجاب و قبول کر لیں۔ موجود فریق ایجاب کرے گا اور غائب فریق کی جانب سے اس کا وکیل قبول کرلے گا۔ اب نکاح منعقد ہو جائے گا۔

[7]: زوج اور زوجہ کا معلوم ہونا

جن دو افراد کا نکاح ہو رہا ہے ان کی شناخت اور تعارف واضح ہو۔ اگر زوج اور زوجہ میں سے کوئی نامعلوم ہو تو نکاح نہیں ہو گا۔ مثلاً ایک شخص کی کئی بیٹیاں ہوں اور وہ مجلسِ نکاح میں لڑکے کو یوں کہے: ”میں اپنی بیٹی کا نکاح تجھ سے کرتا ہوں“ جبکہ یہ تعین نہ ہو کہ کس بیٹی کا نکاح ہو رہا ہے، تو نکاح منعقد نہیں ہو گا۔

نوٹ: نکاح میں مہر متعین کرنا بھی شرط (ضروری) ہے لیکن یہ ایسی شرط نہیں کہ جس کی تعیین نہ کرنے کی وجہ سے نکاح ہی منعقد نہ ہو بلکہ مہر کی تعیین نہ کی جائے یا بالکل نفی کی جائے تب بھی نکاح منعقد ہو جائے گا۔ مزید تفصیل آگے آ رہی ہے۔

مہر کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ اُحِلَّ لَكُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمۡ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ مُّحۡصِنِيۡنَ غَيۡرَ مُسٰفِحِيۡنَ﴾

سورۃ النساء:24

ترجمہ: اور (جن عورتوں کے ساتھ تمہارا نکاح حرام قرار دیا گیا ہے) ان کے علاوہ بقیہ عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں جب کہ مال خرچ کر کے ان سے نکاح کر لو اور اس سے مقصود پاک دامنی ہو نہ کہ شہوت رانی۔

"مہر" سے مراد وہ مال ہے جو نکاح کے موقع پر مرد کی جانب سے عورت کو دینا لازم ہوتا ہے۔

مہر کے صحیح ہونے کی شرائط:

کسی چیز کے "مہر" بننے کے لیے درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

1: مہر؛ مال ہو۔ اس لیے شراب، خنزیر، مردار کو مہر بنانا جائز نہیں۔

2: مہر؛ مالِ متقوم ہو۔ مالِ متقوم سے مراد وہ چیز ہے جس کی کوئی قیمت ہو۔ اگر کسی چیز کی کوئی قیمت نہ ہو تو وہ مہر نہیں بن سکتی جیسے ایک دانہ۔

3: مہر کی مقدار کا متعین اور معلوم ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ اگر مہر کا ذکر ہی نہ کیا گیا ہو یا ذکر تو کیا گیا ہو لیکن مبہم سا ہو تو ایسی صورت میں مہرِ مثل واجب ہو گا۔ (مہرِ مثل کی تفصیل آگے آ رہی ہے)

4: مہر؛ ایسا مال ہو جو کسی غیر کی ملکیت نہ ہو۔ اگر وہ کسی غیر کی ملکیت میں ہو تو اسے مہر بنانا صحیح نہ ہو گا۔ جیسے محمد اکرم نے نکاح کیا اور مہر کے طور پر ایک گائے دی جو اس کی ملکیت میں نہیں بلکہ اس کے بھائی محمد اسلم کی ملکیت میں ہے۔ اس طرح نکاح تو ہو جائے گا لیکن گائے کی سپردگی محمد اسلم کی اجازت پر موقوف ہو گی۔ اگر وہ اجازت دے گا تو گائے کو بطورِ مہر دے دیا جائے گا اور اگر محمد اسلم اجازت نہ دے تو گائے کی قیمت بطورِ مہر دینا لازم ہو گی۔

مہر کی اقسام:

مہر کی دو قسمیں ہیں:

1:مہر معجّل

ایسا مہر جس کی ادائیگی نکاح کے فوراً بعد واجب ہو۔ بیوی کو نکاح کے فوراً بعد اس مہر کے مطالبہ کا پورا حق حاصل ہوتا ہے۔

2:مہر مؤجّل

ایسا مہر جس کی ادائیگی نکاح کے فوراً بعد واجب نہ ہو بلکہ اس کے لیے کوئی وقت مقرر کر دیا جائے یا اس کی ادائیگی کو بیوی کے مطالبے پر موقوف رکھا جائے۔ مثلاً نکاح کے وقت طے ہوا کہ خاوند اپنی بیوی کو پانچ سال بعد دو لاکھ مہر دے گا۔ وقت مقرر ہو جانے کے بعد عورت اس وقت سے پہلے ادائیگی کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔ اگر مہر کو بیوی کے مطالبے پر موقوف رکھا گیا ہو تو وہ جب چاہے مطالبہ کر سکتی ہے۔ اگر مہر کی ادائیگی کی تاریخ مقرر نہ کی گئی اور نہ ہی بیوی کے مطالبہ پر موقوف رکھا گیا تو اس کی ادائیگی طلاق کے وقت یا خاوند بیوی میں سے کسی ایک کی وفات کے وقت لازم ہوتی ہے۔

چند مسائل:

1: مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے۔ دس درہم کا وزن آج کل کے رائج اوزان کے اعتبار سے 31.5ماشہ یا 30.618 گرام چاندی کے برابر ہے۔ مہر کی زیادہ سے زیادہ کی حد مقرر نہیں۔ تاہم مقدار اتنی زیادہ بھی مقرر نہ کی جائے جو خاوند پر بوجھ ہو اور اتنی کم بھی مقرر نہ کی جائے کہ بیوی کو بتاتے ہوئے عار محسوس ہو۔

2: مہر مقرر کرنے نہ کرنے یا اس کی نفی کرنے کی وجہ سے کتنی مقدار واجب ہوتی ہے؟ اس بارے میں چند صورتیں ہیں، ہر ایک کی تفصیل اور حکم یہ ہے:

صورت نمبر1: نکاح کے وقت 10 درہم کی مقدار سے کم مہر مقرر کیا گیا۔ اس صورت میں:

☼ اگر شوہر نے ہمبستری کر لی یا خاوند بیوی میں سے کوئی ایک فوت ہو گیا یا خلوتِ صحیحہ میسر ہو گئی (یعنی دونوں کو تنہائی کے ایسے لمحات مل چکے ہوں جن میں کوئی حسی، طبعی یا شرعی عذر موجود نہیں تھا اور اس دورانیے میں اگر وہ صحبت کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے) تو عورت کو دس درہم یعنی 30.618 گرام چاندی یا اس کی قیمت ملے گی۔

☼ اگر شوہر نے ہمبستری نہیں کی یا ابھی خلوت صحیحہ میسر نہیں ہوئی تھی کہ اس سے پہلے خاوند نے طلاق دے دی تو عورت کو 10 درہم یعنی 30.618 گرام چاندی یا اس کی قیمت ملے گی۔

صورت نمبر 2: نکاح کے وقت مہر مقرر کیا گیا جس کی مقدار 10 درہم یا اس سے زائد تھی۔ اس صورت میں:

☼ اگر شوہر نے ہمبستری کر لی یا خاوند بیوی میں سے کوئی ایک فوت ہو گیا یا خلوتِ صحیحہ میسر ہو گئی تو مقرر شدہ مہر دینا لازم ہو گا۔

☼ اگر شوہر نے ہمبستری نہیں کی یا ابھی خلوتِ صحیحہ میسر نہیں ہوئی تھی کہ اس سے پہلے خاوند نے طلاق دے دی تو اب اس عورت کو مقرر شدہ مہر کا آدھا حصہ ملے گا۔ مثلاً ایک لاکھ مقرر تھا تو پچاس ہزار ملے گا۔

صورت نمبر 3: نکاح کے وقت مہر کا ذکر ہی نہیں کیا گیا یا صراحتاً نفی کر دی گئی کہ یہ نکاح مہر کے بغیر ہو گا۔ اس صورت میں:

☼ اگر شوہر نے ہمبستری کر لی یا خاوند بیوی میں سے کوئی ایک فوت ہو گیا یا خلوتِ صحیحہ میسر ہو گئی تو مہر دینا لازم ہو گا اور مہر بھی "مہر مثل" ہو گا۔ مہرِ مثل سے مراد وہ مہر ہے جو اس لڑکی کے والد کے خاندان کی ان لڑکیوں کو دیا جاتا ہے جو عمر، شکل و صورت، مال و دولت، سمجھداری، دین، علاقہ، ہم عصری میں اس لڑکی کے ہم پلّہ ہوں۔ والد کے خاندان کی لڑکیوں سے مراد والد کی بہنیں، پھوپھیاں اور چچازاد بہنیں ہیں۔ اگر والدہ بھی والد کے خاندان سے ہو جیسے چچا کی بیٹی ہو تو والدہ کا مہر بھی "مہر مثل" شمار ہو گا۔

☼ اگر شوہر نے ہمبستری نہیں کی یا ابھی خلوت صحیحہ میسر نہیں ہوئی تھی کہ اس سے پہلے خاوند نے طلاق دے دی تو اب عورت مہر کی مستحق تو نہ ہو گی البتہ مرد پر لازم ہے کہ اسے کپڑوں کا ایک جوڑا دے۔ اگر نہیں دے گا تو گنہگار ہو گا۔ کپڑوں کے جوڑے میں شلوار، قمیض اور ایک بڑی چادر ہو گی۔

3: مہرِ فاطمی سے مراد وہ مہر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مقرر فرمایا تھا۔ موجودہ دور کے حساب سے اس کی مقدار 131.25 تولہ یا 1.5309 کلو گرام چاندی بنتی ہے۔ اگر فریقین باہمی رضامندی سے مہرِ فاطمی مقرر کریں تو درست ہے لیکن اسی کو ضروری نہ سمجھا جائے اور نہ ہی اسے مہرِ شرعی قرار دیا جائے کیونکہ شریعت نے اس مقدار کو آخری درجہ مقرر نہیں کیا۔

4: مہر کی رقم میں میاں بیوی باہمی رضامندی سے کمی پیشی کر سکتے ہیں۔ بیوی اپنی رضامندی اور خوشی سے مہر کی تمام یا بعض رقم معاف کر دے تو معاف ہو جائے گی لیکن اسے بعد میں معاف شدہ رقم کے مطالبہ کا اختیار نہ ہو گا۔

5: اگر شوہر زبردستی مہر معاف کروالے تو شرعاً اس معافی کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ اب بھی شوہر کے ذمہ مہر ادا کرنا لازم ہو گا۔

6: مہر کی نیت سے شوہر نے جس قدر دیا اتنا مہر ادا ہو جائے گا۔ دیتے وقت بیوی کو بتلانا ضروری نہیں کہ مہر دے رہا ہوں۔ تاہم بتا دینا بہتر ضرور ہے۔

7: خاوند نے کوئی چیز دی، کچھ دن بعد کہے کہ میں نے مہر کے طور پر دی تھی۔ بیوی کہے کہ نہیں، آپ نے ویسے ہی دی تھی۔ تو اس صورت میں شوہر کی بات معتبر مانی جائے گی۔ ہاں اگر وہ کوئی کھانے پینے کی چیز تھی تو اس صورت میں بیوی کی بات معتبر سمجھی جائے گی۔

8: مہر میں رقم دینا ضروری نہیں بلکہ سونا، چاندی، مکان اور کوئی جانور بھی دیا جا سکتا ہے۔

9: شوہر اگر مہر ادا کیے بغیر فوت ہو جائے تو اس کے ترکہ میں سے پہلے مہر کی رقم بیوی کو دی جائے گی، اس کے بعد باقی ترکہ ورثاء میں تقسیم کیا جائے گا۔

10: نکاح کے وقت خاوند کہے کہ میں بیوی کو قرآن مجید کی تعلیم دوں گا اور اسی کو مہر بناتا ہوں یا اتنے قرآن مجید تلاوت کیے تھے ان کا ثواب بطورِ مہر بیوی کو دیتا ہوں یا رخصتی کے بعد بیوی کو حج یا عمرہ کراؤں گا تو یہ چیزیں مہر مقرر کرنا درست نہیں۔ پہلے گزر چکا ہے کہ مہر کے صحیح ہونے کے لیے شرط ہے کہ مہر؛ مال ہو۔ مذکورہ چیزوں کو شریعت نے مال قرار نہیں دیا اس لیے ان کو مہر مقرر کرنا بھی درست نہیں ہے۔ اگر کسی نے ان چیزوں کو مہر بنا کر نکاح کیا تو نکاح تو ہو جائے گا البتہ یہ چیزیں لازم نہیں ہوں گی بلکہ مہرِ مثل ادا کرنا ہی لازم ہو گا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ

محرمات کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْأَخِ وَبَنٰتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيٓ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِي فِي حُجُورِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ۖ فَإِنْ لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ۖ وَحَلَآئِلُ أَبْنَآئِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ ۙ وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۗ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا (٢٣) ﴾

سورۃ النساء:23

ترجمہ: تم پر حرام کی گئی ہیں تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں، تمہاری پھوپھیاں، تمہاری خالائیں، بھائی کی بیٹیاں، بہن کی بیٹیاں، تمہاری رضاعی مائیں، تمہاری رضاعی بہنیں، تمہاری بیویوں کی مائیں اور تمہارے زیرِ پرورش وہ سوتیلی بیٹیاں جو ان بیویوں کے بطن سے ہوں جن سے تم صحبت کر چکے ہو، البتہ اگر تم نے ان بیویوں سے صحبت نہ کی ہو تو [انہیں چھوڑ کر ان کی بیٹیوں سے نکاح کرنے میں] تم پر کوئی گناہ نہیں۔ اور تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں بھی تم پر حرام ہیں اور یہ بھی حرام ہے کہ تم دو بہنوں کو اپنے نکاح میں جمع کرو، البتہ [زمانہ جاہلیت میں] جو ہو چکا، وہ معاف ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت معاف کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔

"محرمات" سے مراد وہ عورتیں ہیں جن سے نکاح حرام ہے۔ نکاح کے حرام ہونے کے کئی اسباب ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی ایک سبب بھی پایا جائے تو نکاح کرنا شرعاً جائز نہیں ہو گا۔ وہ اسباب یہ ہیں:

1: نسبی رشتہ دار ہونا

2: سسرالی رشتہ دار ہونا

3: رضاعی رشتہ دار ہونا

4: محرم عورتوں سے اکٹھے نکاح کرنا

5: عورت کا کسی کے نکاح میں ہونا

6: عورت کا کسی کی عدت میں ہونا

7: کسی آسمانی دین کا قائل نہ ہونا

8: تین طلاق یافتہ ہونا

9: بیک وقت چار سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنا

ان اسباب کی تفصیل درج ذیل ہے:

[1]: نسبی رشتہ دار ہونا

مرد اور عورت میں بعض نسبی رشتے ایسے ہیں جن سے نکاح کو شریعت نے ناجائز قرار دیا ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے:

1: اپنی ماں، دادی، پڑ دادی، نانی، پڑ نانی وغیرہ سے نکاح جائز نہیں۔ اسی طرح اپنی اولاد؛ بیٹی، نواسی، پوتی، پڑپوتی وغیرہ سے بھی نکاح درست نہیں۔

2: اپنی بہن، بھتیجی، بھانجی اور ان کی اولاد کے ساتھ بھی نکاح جائز نہیں۔

فائدہ: بہن کی تین قسمیں ہیں:

☼ جو ایک ماں باپ سے ہو۔ اسے "حقیقی بہن" کہتے ہیں۔

☼ جو ایک ماں سے ہو، باپ الگ الگ ہوں۔ اسے "اخیافی بہن" کہتے ہیں۔

☼ جو ایک باپ سے ہو، ماں الگ الگ ہو۔ اسے "علاتی بہن" کہتے ہیں۔

ان تینوں قسم کی بہنوں اور ان کی اولاد سے نکاح جائز نہیں۔

3: اپنی خالہ اور پھوپھی کے ساتھ بھی نکاح جائز نہیں۔

فائدہ: خالہ اور پھوپھی کی بھی تین قسمیں ہیں:

☼ وہ خالہ جو والدہ کی حقیقی بہن ہو اور وہ پھوپھی جو والد کی حقیقی بہن ہو۔

☼ وہ خالہ جو والدہ کی علاتی بہن ہو اور وہ پھوپھی جو والد کی علاتی بہن ہو۔

☼ وہ خالہ جو والدہ کی اخیافی بہن ہو اور وہ پھوپھی جو والد کی اخیافی بہن ہو۔

خالہ اور پھوپھی کی ان تینوں قسموں سے نکاح جائز نہیں۔

4: جس طرح اپنی خالہ اور پھوپھی سے نکاح جائز نہیں اسی طرح اپنے والد اور والدہ کی خالہ اور پھوپھی سے بھی نکاح جائز نہیں۔

[2]: سسرالی رشتہ دار ہونا

مرد اور عورت میں بعض سسرالی رشتے ایسے ہیں جن سے شریعت نے نکاح کو ناجائز قرار دیا ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے:

(1): ایک شخص نے ایک لڑکی سے نکاح کیا تو محض نکاح کرتے ہی اس لڑکی کی ماں اس شخص پر حرام ہو جاتی ہے؛ چاہے اس لڑکی کی رخصتی ہو چکی ہو اور دونوں میاں بیوی کی طرح ایک ساتھ رہ چکے ہوں یا ابھی تک رخصتی نہ ہوئی ہو۔ دونوں صورتوں میں منکوحہ کی ماں کے ساتھ نکاح حرام ہے۔

(2): ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا تو محض نکاح کرنے سے اس عورت کی بیٹی اس شخص پر حرام نہیں ہوتی۔ ہاں اگر یہ شخص اس عورت سے ہمبستری کر لے تو اب اس عورت کی ایسی بیٹی جو دوسرے شوہر سے ہو؛ اس شخص پر حرام ہو جاتی ہے۔ اگر ہم بستری سے پہلے اس عورت کو طلاق دے دی تو اب اس کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ اگر نکاح کے بعد جماع نہیں ہوا، صرف خلوتِ صحیحہ ہوئی اور اس کے بعد طلاق ہوئی تو اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے کیونکہ اس مسئلہ میں خلوتِ صحیحہ؛ جماع کے قائم مقام نہیں ہے۔

نوٹ: اگر خاوند نے خلوتِ صحیحہ کے دوران اس عورت کو شہوت سے چھو لیا یا فرجِ داخل (شرم گاہ کا اندرونی حصہ) کو دیکھ لیا تو حرمتِ مصارت ثابت ہو جائے گی۔ اب یہ شخص اس عورت کو طلاق دینے کے بعد اس کی بیٹی سے نکاح نہیں کر سکتا۔

(3): باپ کی بیوی سے نکاح جائز نہیں؛ چاہے باپ نے اس عورت سے ہمبستری کی ہو یا نہ کی ہو۔

(4): اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح جائز نہیں؛ چاہے بیٹے نے اس منکوحہ سے ہمبستری کی ہو یا نہ کی ہو۔

(5): ایک شخص نے کسی عورت سے زنا کیا تو اب اس عورت کی ماں اور بیٹی سے اس مرد کا نکاح نہیں ہو سکتا۔

(6): ایک شخص نے اپنی بیٹی کو یا سسر نے اپنی بہو کو شہوت کے ساتھ چھوا یا اس کا برعکس ہوا تو اس باپ پر اپنی بیوی اور یہ بہو اپنے خاوند پر حرام ہو جائیں گی بشرطیکہ درج ذیل شرائط پائی جائیں:

1: یہ چھونا بغیر حائل کے ہو یعنی اس شخص اور اس عورت کے درمیان کوئی کپڑا وغیرہ حائل نہ ہو۔ اگر درمیان میں کوئی کپڑا حائل ہو اور وہ اس قدر باریک ہو کہ اس سے جسم کی حرارت محسوس ہوتی ہو تو بھی حرمت ثابت ہو گی۔ اگر حرارت نہیں پہنچتی تو حرمت ثابت نہ ہو گی۔

2: جو بال لڑکی کے سر سے ملے ہوئے ہیں انہیں چھونے کی صورت میں تو حرمت ثابت ہو گی لیکن وہ بال جو سر سے نیچے لٹکے ہوئے ہوں ان کو چھونے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہو گی۔

3: چھوتے وقت دونوں میں یا کسی ایک میں شہوت پیدا ہو۔ مرد کی شہوت کا معیار یہ ہو گا کہ اس کے آلہ تناسل میں انتشار پیدا ہو جائے۔ اگر آلہ تناسل میں پہلے سے انتشار موجود ہو تو اس میں اضافہ ہو جائے۔ اگر مرد بوڑھا ہو یا بیمار ہو جس کی وجہ سے انتشار نہیں ہوتا تو اب معیار یہ ہے کہ اس کے دل میں ہیجان، جوش اور اُبال کی کیفیت پیدا ہو اور دل کو لذت حاصل ہو یا اگر دل کا ہیجان، جوش اور اُبال پہلے سے موجود ہو تو اس میں اضافہ ہو جائے۔

عورت کے لیے شہوت کا معیار یہ ہے کہ اس کے دل میں ہیجان، جوش اور اُبال کی کیفیت پیدا ہو اور دل کو لذت حاصل ہو اور اگر دل میں ہیجان، جوش اور اُبال کی کیفیت پہلے سے ہو تو اس میں اضافہ ہو جائے۔

4: شہوت کا پایا جانا اور چھونا یہ دونوں ساتھ ساتھ ملے ہوئے ہوں۔ اس لیے اگر چھوتے وقت شہوت پیدا نہ ہوئی ہو بلکہ بعد میں پیدا ہوئی ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہے۔ بعد میں پیدا ہونے والی ایسی شہوت سے حرمت ثابت نہیں ہو گی۔ اسی طرح اگر چھونے سے پہلے شہوت تھی لیکن جب چھوا تو شہوت ختم ہو چکی تھی تو اس صورت میں بھی حرمت مصاہرت ثابت نہ ہو گی۔

5: شہوت تھمنے سے پہلے انزال نہ ہو گیا ہو۔ اگر انزال ہو گیا تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہیں ہو گی۔

6: عورت کی عمر کم از کم نو سال ہو اور مرد کی عمر کم از کم بارہ سال ہو۔ اگر کوئی بچی اس عمر سے کم ہو یا کوئی لڑکا اس عمر سے کم ہو تو اب چھونے سے حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہو گی۔

7: جس کو چھوا جا رہا ہو وہ زندہ ہو۔ اگر کسی نے مردہ کو چھو لیا تو مذکورہ شرائط کے پائے جانے کے باوجود حرمت ثابت نہ ہو گی۔

اگر یہ شرائط پائی جائیں تو حرمت ثابت ہو جائے گی۔ اس صورت میں اس خاوند کو چاہیے کہ اپنی بیوی کو صاف لفظوں میں کہہ دے کہ "میں نے تجھ سے تعلق زوجیت ختم کر دیا" یا "میں نے تمہیں چھوڑ دیا"۔ عورت عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔

[3]: رضاعی رشتہ داری ہونا

"رضاعت" کا معنی ہے دودھ پلانا۔ اگر ایک عورت نے کسی بچے کو یا بچی کو مدتِ رضاعت (دو سال) کے اندر اندر دودھ پلایا تو یہ عورت اس بچے یا بچی کی رضاعی ماں بن جاتی ہے۔ اس عورت کا خاوند ان بچوں کا رضاعی باپ اور اس عورت کی اولاد ان بچوں کے رضاعی بھائی بہن بن جاتے ہیں۔ تو جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہو جاتے ہیں وہی رشتے رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔ اس کی مزید تفصیل آگے مستقل عنوان کے تحت آ رہی ہے۔

[4]: محرم عورتوں سے اکٹھے نکاح کرنا

ایسی دو عورتیں جن میں سے ہر ایک کو مرد تصور کر لیا جائے تو ان کا آپس میں نکاح درست نہ ہو؛ ایک شخص کا ان دونوں سے نکاح کر کے ایک ساتھ رکھنا جائز نہیں۔ ہاں اگر ایک مر جائے یا اسے طلاق ہو جائے اور اس کی عدت بھی گزر جائے تو دوسری سے نکاح درست ہے۔ تفصیل درج ذیل ہے:

1: ایک عورت کی موجودگی میں اس کی بہن سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ اگر وہ عورت مر گئی یا اسے طلاق دے دی اور اس کی عدت بھی مکمل ہو گئی تب اس کی بہن سے نکاح درست ہے۔ بغیر عدت مکمل کیے اس کی بہن سے نکاح جائز نہیں۔

2: ایک عورت اور اس کی پھوپھی یا خالہ کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا جائز نہیں۔ اسی طرح ایک عورت اور اس کی بھانجی یا بھتیجی کو بھی ایک ساتھ نکاح میں رکھنا جائز نہیں۔

3: ایک عورت اور اس کی سوتیلی بیٹی کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا جائز ہے۔ جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر ان میں سے اس لڑکی کو مرد تصور کیا جائے تو اس عورت سے نکاح جائز نہیں کیونکہ باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنا جائز نہیں، اور اگر اس عورت کو مرد تصور کیا جائے تو اب اس لڑکی سے نکاح کی حرمت کی کوئی وجہ نہیں۔ اس لیے یہ نکاح جائز ہو گا۔

[5]: عورت کا کسی کے نکاح میں ہونا

ایک عورت کسی کے نکاح میں ہو تو اس نکاح کو ختم کیے بغیر اس کے ساتھ کوئی اور مرد نکاح نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اگر یہ عورت پہلا نکاح ختم کیے بغیر اپنی رضامندی سے بھی کسی اور مرد سے نکاح کر لے تب بھی حرام اور سراسر بدکاری ہے۔ کسی کی منکوحہ سے نکاح کر کے اسے اپنے پاس رکھنے سے وہ ہر گز حلال نہ ہو گی بلکہ اس کو حلال سمجھنا بھی کفر ہے۔

[6]: عورت کا عدت میں ہونا

ایک عورت کا خاوند فوت ہو گیا یا اسے خاوند نے طلاق دے دی تو جب تک یہ عورت عدتِ وفات یا عدتِ طلاق میں ہے تب تک کسی مرد سے نکاح جائز نہیں۔ اگر کسی نے عدت میں نکاح کر لیا تو ایسا نکاح شرعاً منعقد نہ ہو گا۔

[7]: کسی آسمانی دین کا قائل نہ ہونا

مسلمان عورت کا نکاح صرف مسلمان مرد سے جائز ہے، اس کے علاوہ کسی اور دین کے قائل مرد سے جائز نہیں۔ البتہ مسلمان مرد اگر اہلِ کتاب عورت سے نکاح کرنا چاہے تو کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ صحیح اہل کتاب ہو۔

واضح رہے کہ اہلِ کتاب وہ لوگ کہلاتے ہیں جو خدا تعالیٰ، کسی پیغمبر اور کسی آسمانی کتاب کے قائل ہوں۔ آج کل کے جو یہودی اور نصرانی کہلانے والے لوگ ہیں وہ اکثر دہریے ہیں۔ اس لیے ان پر اہلِ کتاب کا اطلاق نہ ہو گا۔ ہاں البتہ آج کل بھی اگر کوئی شخص ایسا ہے جو کسی پیغمبر پر ایمان رکھتا ہو اور کسی آسمانی کتاب پر اعتقاد رکھتا ہو تو وہ اہل کتاب شمار ہو گا۔ لہٰذا ان شرائط کی حامل اہلِ کتاب عورت سے نکاح کیا جائے تو درست ہو گا، البتہ آئندہ کے خطرات کی بنا پر اس قسم کے نکاح سے بچنا لازم ہے۔ مثلاً اولاد کے کافر ہونے کا خطرہ ہونا، اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھنے کا اندیشہ ہونا، گھریلو ناچاقیوں اور فتنہ و فساد کا خدشہ ہونا۔

مسلمان کا کسی ہندو، سکھ، دہریے، بدھ مت، آتش پرست سے نکاح جائز نہیں۔

قادیانی یعنی مرزائی اپنے تمام گروہوں سمیت اسلام اور آئینِ پاکستان کی رو سے کافر ہیں۔ ان سے کسی مسلمان کا نکاح جائز نہیں۔

[8]: تین طلاق یافتہ ہونا

کسی شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی تو یہ عورت اس مرد پر حرام ہو جاتی ہے۔ اب عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔ اسی خاوند سے دوبارہ نکاح کرنا حرام اور ناجائز ہے۔ حلالہ شرعی سے پہلے اس شخص کا اس عورت سے نکاح جائز نہیں۔

[9]: بیک وقت چار سے زائد عورتوں سے نکاح کرنا

ایک شخص کے نکاح میں چار بیویاں بیک وقت موجود ہوں تو پانچویں سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ ایسا نکاح منعقد نہیں ہو گا۔ ہاں اگر ان میں سے کوئی فوت ہو جائے یا کسی کو طلاق دے دے اور اس کی عدت بھی گزر جائے تب کسی اور عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔

جن عورتوں سے نکاح جائز ہے

(1): چچازاد، ماموں زاد، خالہ زاد، پھوپھی زاد بہن بھائی کا نکاح آپس میں درست ہے۔

(2): والدہ کی چچازاد بہن سے نکاح جائز ہے۔

(3): اگر کوئی عورت حقیقی خالہ، پھوپھی، بھانجی، بھتیجی نہیں بلکہ دور کے رشتہ سے خالہ، پھوپھی، بھانجی، بھتیجی لگتی ہو تو اس سے نکاح درست ہے۔ مثلاً چچازاد کی بیٹی کو "بھتیجی" کہہ دیا جاتا ہے لیکن نکاح اس سے درست ہے۔

(4): اگر دو عورتیں؛ چچازاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد یا خالہ زاد ہوں تو ان دونوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا درست ہے۔

(5): منہ بولی بہن یا بیٹی سے نکاح درست ہے۔ اسی طرح منہ بولی بہن یا بیٹی کا نکاح اپنے بیٹے سے کروانا بھی درست ہے۔ اسی طرح منہ بولے بیٹے کا نکاح اپنی حقیقی بیٹی سے کرنا بھی جائز ہے۔

(6): شوہر کی پہلی بیوی کی اولاد سے بیوی کے پہلے شوہر کی اولاد کا نکاح جائز ہے۔

(7): سوتیلی والدہ کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے۔ اسی طرح سوتیلی والدہ کی ایسی سگی بیٹی جو اس کے پہلے خاوند سے ہو؛ اس سے بھی نکاح جائز ہے۔

(8): اپنے سگے بھائی کی سوتیلی لڑکی سے نکاح جائز ہے۔

(9): باپ اور بیٹا دو سگی بہنوں سے اپنا نکاح کر لیں تو یہ جائز ہے البتہ باپ اور بیٹے کی اولادوں کا آپس میں نکاح جائز نہیں ہو گا۔

(10): پہلی بیوی کی بیٹی کا نکاح دوسری بیوی کے بھائی سے جائز ہے۔

(11): بھتیجے کی بیوہ سے نکاح جائز ہے۔

ولایتِ نکاح کا بیان

"ولی" کا لفظ ولایت سے نکلا ہے۔ ولایت؛ سرپرستی کو کہتے ہیں۔ ولایت بنیادی طور پر نابالغ اور مجنون و دیوانہ لڑکوں اور لڑکیوں پر حاصل ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نابالغ اور مجنون و دیوانہ افراد اپنے معاملات کو سرانجام دینے میں درست فیصلہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور اپنے نفع و نقصان کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے۔ اس لیے یہ افراد اپنا نکاح بھی خود نہیں کر سکتے بلکہ ان کے اولیاء ہی کو ان کے نکاح کرنے کا حق حاصل ہے کہ جہاں مناسب سمجھیں کر دیں۔ جہاں تک بالغ لڑکے لڑکی کا تعلق ہے تو ان میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ اپنے نفع و نقصان کا اندازہ کر سکیں۔ اس لیے ان پر ولایتِ نکاح تو خود انہی کو حاصل ہوتی ہے البتہ بہتر ہوتا ہے کہ یہ اپنے اولیاء کے تجربات کی روشنی میں ان کے مشورہ سے نکاح کا اقدام اٹھائیں۔

ولایت کی اقسام:

ولایت کی تین اقسام ہیں:

[1]: ولایتِ اِلزام

ولی کو ولایتِ اِلزام اپنے زیرِ ولایت نابالغ و مجنون افراد پر اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ اس کا کیا ہوا نکاح ان افراد پر لازم ہو جاتا ہے اور انہیں اس نکاح کو رد کرنے کا اختیار تک باقی نہیں رہتا۔ ولایتِ الزام والد یا دادا کو حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ والد یا دادا اگر نابالغ زیرِ ولایت اولاد کا نکاح کر دیں تو وہ لازم ہو جاتا ہے اور ان کے بالغ ہونے کے بعد بھی انہیں رد کرنے کا اختیار باقی نہیں رہتا۔

[2]: ولایتِ اِجبار

ولی کو ولایتِ اِجبار اپنے زیرِ ولایت نابالغ و مجنون افراد پر اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ اس کا کیا ہوا نکاح درست تو ہو جاتا ہے لیکن ان افراد پر لازم نہیں ہوتا۔ چنانچہ بالغ ہونے کے بعد یہ افراد اس نکاح کو رد کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ اس اختیار کو "خیارِ بلوغ" کہتے ہیں۔ ولایت کا یہ درجہ باپ، دادا کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں مثلاً چچا، بھائی کو حاصل ہوتا ہے۔

[3]: ولایتِ ندب

ولی کو ولایتِ ندب ان افراد پر حاصل ہوتی ہے جنہیں اپنا نکاح کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ ولی کو ولایت کی یہ قسم استحباب کے درجے میں حاصل ہوتی ہے۔ یعنی مستحب اور افضل یہ ہے کہ اپنے نکاح کا حق رکھنے والے یہ افراد اپنے ولی کے مشورہ اور رضامندی سے ہی نکاح کریں۔

اہلیتِ ولی کی شرائط:

ولی بننے کا اہل وہ شخص ہو گا جس میں درج ذیل شرائط پائی جائیں:

1: مسلمان ہونا۔ کوئی کافر کسی مسلمان کا ولی نہیں ہو گا۔

2: آزاد ہونا۔ کوئی غلام کسی آزاد کا ولی نہیں بن سکتا۔ واضح رہے کہ آج کل شرعی غلام اور باندیوں کا وجود نہیں ہے۔ آج کل سب آزاد سمجھے جاتے ہیں۔

3: بالغ ہونا۔ کوئی نابالغ کسی دوسرے کا ولی نہیں بن سکتا۔

4: عاقل ہونا۔ مجنون و پاگل کسی کا ولی نہیں بن سکتا۔

اولیاء کی ترتیب:

اولیاء کی ترتیب وہی ہے جو میراث میں عصبہ بنفسہ کی ہوتی ہے۔ عصبہ بنفسہ اس قریبی مرد رشتہ دار کو کہتے ہیں جس کے ساتھ رشتے میں عورت کا واسطہ نہ آتا ہو۔ عصبہ بنفسہ کے چار درجات ہیں:

[1]: بیٹا، پھر پوتا۔ چنانچہ کسی بیوہ یا مطلقہ کا نکاح ہو رہا ہو تو سب سے پہلے ولایت بیٹے کو حاصل ہو گی، پھر پوتے کو۔

[2]: باپ، پھر دادا، پھر پر دادا۔ اگر بیوہ یا مطلقہ کا بیٹا یا پوتا نہ ہو تو ولایت پہلے باپ کو حاصل ہو گی، پھر دادا کو، پھر پر دادا کو۔ اسی طرح اگر کنواری لڑکی کا نکاح ہو رہا ہو تو بھی ولایت پہلے باپ کو حاصل ہو گی، پھر دادا کو، پھر پر دادا کو۔

[3]: سگا بھائی، پھر سوتیلا یعنی باپ شریک بھائی، پھر بھتیجا، پھر بھتیجے کا بیٹا، پھر بھتیجے کا پوتا۔ چنانچہ اگر باپ، دادا، پر دادا نہ ہوں تو ولایت کا حق اس درجہ کے عصبات کو یکے بعد دیگرے حاصل ہو گا۔

[4]: سگا چچا، پھر سوتیلا چچا یعنی باپ کا سوتیلا بھائی، پھر سگے چچا کا بیٹا، پھر اس کا پوتا، پھر سوتیلے چچا کا بیٹا، پھر اس کا پوتا۔ [یاد رہے کہ یہاں سوتیلے سے مراد باپ شریک ہے] اگر یہ نہ ہوں تو باپ کا چچا، پھر اس کی اولاد، پھر دادا کا چچا، پھر اس کی اولاد۔ چنانچہ اگر تیسرے درجہ کے عصبات نہ ہوں تو ولایت کا حق چوتھے درجے کے عصبات کو یکے بعد دیگرے حاصل ہو گا۔

اوپر ذکر کردہ اولیاء کی ترتیب یہ ہو گی کہ پہلا حق دار پہلے نمبر والا ہو گا۔ اس کے ہوتے ہوئے دوسرے نمبر والا حق دار نہ ہو گا۔ اگر پہلا نہ ہو تو پھر دوسرا، یہ نہ ہو تو پھر تیسرا اسی طرح آخر تک۔

اگر مذکورہ بالا اولیاء میں سے کوئی نہ ہو تو ولایت کا حق ماں کا ہو گا۔ اس کے بعد دادی، پھر نانی، پھر نانا، پھر حقیقی بہن، پھر علاتی (باپ شریک) بہن پھر اخیافی (ماں شریک) بھائی بہن، پھر پھوپھی، پھر ماموں، پھر خالہ وغیرہ۔

چند مسائل:

(1): نابالغ لڑکا یا نابالغہ لڑکی اگر اپنا نکاح خود کرنا چاہیں تو ان کو اس بات کا اختیار نہیں۔ اگر وہ خود یا ان کی طرف سے کوئی اور ان کا نکاح کر دے تو ولی کی اجازت پر موقوف ہو گا، ولی اجازت دے تو نکاح ہو گا ورنہ نہیں ہو گا۔

(2): نابالغ لڑکے یا نابالغہ لڑکی کا نکاح اس کے باپ یا دادا نے کیا ہو تو وہ اس نکاح کو فسخ نہیں کر سکتے؛ نہ بلوغت سے پہلی حالت میں نہ بلوغت کے بعد؛ خواہ انہوں نے یہ نکاح برابری کی سطح پہ کیا ہو یا کم درجہ میں، خواہ مہرِ مثل کے عوض میں کیا ہو یا بہت ہی کم مہر کے بدلے میں۔

(3): اگر باپ دادا کے علاوہ کسی اور ولی نے نابالغ لڑکے یا نابالغہ لڑکی کا نکاح کر دیا ہو تو اس میں دو صورتیں ہیں:

نمبر 1: لڑکے کا نکاح کیا ہو ایسی عورت کے ساتھ جس کا مہر اس کے مہرِ مثل سے بہت زیادہ مقرر کر دیا ہو تو یہ نکاح منعقد نہیں ہو گا۔ ہاں اگر اتنے مہر کے عوض کر دیا ہو جو مہرِ مثل سے کم یا اس کے برابر ہو تو نکاح صحیح ہو جائے گا البتہ

بلوغت کے بعد اسے اختیار ہو گا؛ خواہ اس نکاح کو باقی رکھے یا مسلمان حاکم وقت کے ذریعے ختم کرا دے۔

نمبر 2: لڑکی کا نکاح ایسے لڑکے کے ساتھ کیا ہو جو ذات، برادری میں کم درجے کا ہو یا مہر مثل سے بہت کم مہر پر کر دیا ہو تو نکاح منعقد نہیں ہو گا۔ ہاں! اگر برابر درجے کے لڑکے کے ساتھ کیا ہو یا مہر مثل کے عوض کیا ہو تو نکاح منعقد ہو جائے گا البتہ بالغ ہونے کے بعد اس کو بھی اختیار ہو گا کہ اس نکاح کو باقی رکھے یا مسلمان حاکم وقت سے فسخ کرا لے۔

(4): اگر نابالغ بچے یا نابالغہ بچی کا نکاح حق دار ولی کے علاوہ کسی دوسرے ولی نے کر دیا ہو جیسے باپ کے ہوتے ہوئے دادا نے نکاح کر دیا، اسی طرح بھائی کا حق تھا لیکن چچا نے نکاح کر دیا تو اس صورت میں یہ نکاح؛ حق دار ولی یعنی باپ اور بھائی کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ اگر یہ اجازت دے دیں تو منعقد ہو جائے گا ورنہ منعقد نہیں ہو گا۔

(5): ولی نے عاقلہ بالغہ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کر دیا تو یہ نکاح اس لڑکی کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ اگر وہ اس پر رضامندی کا اظہار کرے تو نکاح منعقد ہو جائے گا اور اگر وہ اجازت نہ دے تو نکاح منعقد نہ ہو گا۔

(6): ولی نے عاقلہ بالغہ لڑکی کا نکاح کرنے کے بعد یا نکاح کرتے وقت اسے خبر دی کہ میں نے تیرا نکاح فلاں کے ساتھ کر دیا ہے یا کرنے لگا ہوں، جواب میں لڑکی خاموش رہی، مسکرا پڑی یا رونے لگی تو یہ اجازت سمجھی جائے گی۔ پہلے سے کیا ہوا نکاح منعقد ہو جائے گا اور ابھی کیا جانے والا نکاح درست سمجھا جائے گا۔ اس صورت میں زبان سے اجازت دینے پر مجبور کرنا درست نہیں۔

(7): اگر ولی؛ عاقلہ بالغہ لڑکی سے اجازت لیتے وقت لڑکے کا نام ذکر نہ کرے اور لڑکی کو پہلے سے اس کے بارے کوئی علم نہ ہو پھر وہ چپ ہو جائے تو یہ خاموشی رضامندی کی علامت نہ ہو گی۔ ہاں! اگر اس قدر بتا دیا جس سے لڑکے کے بارے جان گئی کہ فلاں ہے، تب خاموشی رضامندی سمجھی جائے گی۔

(8): اگر ولی نے مہر نہیں بتایا یا بہت ہی کم مہر کے عوض نکاح کر دیا تو عاقلہ بالغہ لڑکی کی اجازت کے بغیر نکاح نہ ہو گا۔ دوبارہ دستور کے موافق اجازت لی جائے۔

(9): نکاح کے وقت عاقلہ بالغہ لڑکی سے ایسے ولی نے اجازت مانگی جس کا حق مقدم تھا یعنی شریعت کی طرف سے اسی کو ہی اجازت مانگنے کا حق ہو یا اس کے کسی بھیجے ہوئے قاصد نے اجازت طلب کی ہو تو اس کے جواب میں لڑکی کی

طرف سے خاموشی؛ اجازت سمجھی جائے گی۔ اگر ایسے ولی نے پوچھا جس کا حق مؤخر تھا مثلاً حق والد کا تھا لیکن والد کے بجائے دادا نے پوچھا یا دادا کے ہوتے ہوئے بھائی نے یا بھائی کے بجائے چچانے پوچھ لیا تو ایسی صورت میں چپ رہنے سے اجازت نہ ہو گی۔ اب جب تک زبان سے اجازت نہ دے گی اجازت نہ سمجھی جائے گی۔

(10): عاقلہ بالغہ لڑکی اپنا نکاح کرنے نہ کرنے میں خود مختار ہے۔ کوئی شخص اسے کسی کے ساتھ نکاح پر مجبور نہیں کر سکتا۔ اگر عاقلہ بالغہ لڑکی اپنا نکاح خود کرے، ولی کی اجازت ہو یا نہ ہو، ولی خوش ہو یا نہ ہو، نکاح درست ہو جائے گا۔ ہاں اگر اس نے اپنے سے کم درجہ کے خاندان، حسب نسب، علم و شرافت والے لڑکے سے نکاح کیا اور ولی اس سے خوش نہیں تب بھی نکاح منعقد ہو جائے گا البتہ اس کے ولی کو اختیار ہو گا کہ وہ اس کی اولاد پیدا ہونے سے پہلے پہلے عدالت سے رجوع کر کے اس کا نکاح فسخ کروادے لیکن اگر اس لڑکی کی اولاد پیدا ہو گئی تو اب اس ولی کو فسخِ نکاح کا اختیار نہیں۔ یہاں ایک بات واضح رہے کہ فسخِ نکاح کا یہ حق اس ولی کو ہے جو عصبات میں داخل ہو۔ اوپر ذکر کردہ تفصیل میں دادا کا چچا اور اس کی اولاد تک جو اولیاء ہیں انہیں تو یہ حق حاصل ہو گا البتہ ماں سے لے کر خالہ وغیرہ تک جو اولیاء ہیں انہیں نکاح فسخ کروانے کا اختیار نہیں ہے۔

(11): لڑکی کی طرح اگر لڑکا بالغ ہو تو اس پر بھی نکاح کے معاملے میں زبردستی کرنا ممنوع ہے، اس کی اجازت کے بغیر کیا ہوا نکاح اس کی رضامندی پر موقوف رہے گا۔ البتہ فرق یہ ہے کہ لڑکی کی خاموشی رضامندی سمجھی جاتی ہے جب کہ لڑکے کی خاموشی کا شرعاً اعتبار نہیں، اس کی زبانی اجازت ضروری ہے۔

وکالتِ نکاح کا بیان

”وکالت“ کا مطلب ہے: ایک شخص کا دوسرے کی نمائندگی کرتے ہوئے کسی معاملہ کو سرانجام دینا۔

وکالت کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جب لڑکا یا لڑکی براہِ راست ایجاب و قبول نہ کر سکتے ہوں۔ چنانچہ نکاح میں دلہا یا دلہن کا وکیل وہ شخص ہوتا ہے جسے دلہا یا دلہن نے اپنا نکاح کروانے کی اجازت دی ہو۔

عموماً مجلسِ نکاح میں دلہا خود موجود ہوتا ہے اور ایجاب یا قبول کی ذمہ داری خود اٹھاتا ہے اس لیے عموماً اسے

وکیل بنانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ہاں بعض صورتوں میں پڑ بھی سکتی ہے۔ جیسے ایک شخص بہت دور ہو اور اس کا نکاح دوسری جگہ ہو رہا ہو تو وہ کسی کو اپنا وکیل بنا دیتا ہے جو اس کی عدم موجودگی میں اس کی طرف سے ایجاب و قبول کرتا ہے۔ وکیل بنانے کی زیادہ تر ضرورت لڑکی کو ہوتی ہے کیونکہ عام طور پر وہ مجلسِ نکاح میں حاضر نہیں ہوتی۔ اس لیے وہ کسی کو اپنا وکیل بناتی ہے جو اس کی طرف سے مجلسِ عقد میں ایجاب یا قبول کرتا ہے۔

چند مسائل:

(1): ایک ہی شخص لڑکا اور لڑکی دونوں کی طرف سے وکیل بن سکتا ہے۔ اب یہ شخص گواہوں کے سامنے یوں ایجاب و قبول کرے گا کہ میں نے فلاں لڑکے کا نکاح فلاں لڑکی کے ساتھ اتنے مہر کے عوض کر دیا ہے۔

(2): لڑکا اپنے وکیل کو یوں کہے کہ فلاں لڑکی کے ساتھ اتنے مہر کے عوض میرا نکاح کر دو اور لڑکی بھی اسی طرح کہے کہ فلاں لڑکے کے ساتھ اتنے مہر کے عوض میرا نکاح کر دو۔ تو اس طرح کہنے سے یہ شخص اس لڑکے یا لڑکی کا وکیل بن جائے گا۔

(3): لڑکی عموماً "قبولیت" کا وکیل بناتی ہے، یعنی یوں کہتی ہے کہ فلاں کے ساتھ اتنے مہر کے عوض مجھے نکاح قبول ہے، آپ میری طرف سے مجلسِ نکاح میں جا کر قبول کریں۔

(4): دلہن کی طرف سے نکاح کا وکیل محرم ہو تو بہتر ہے ورنہ غیر محرم بھی ہو تو شرعاً وکیل بن جائے گا۔ محرم ہونا اس لیے بہتر ہے کہ اگر کسی وقت ضرورت پڑے تو وہ دلہن کے مصالح اور حقوق کی طرف داری کر کے اس کی وکالت کرے اور اگر دلہن سے رابطہ کرنا ہو تو محرم ہونے کی صورت میں بلا تکلف رابطہ کر سکے۔

(5): نکاح میں ایک ہی شخص ولی اور وکیل بن سکتا ہے۔ چنانچہ لڑکی کا باپ اس کا ولی بھی ہے اور اگر لڑکی اپنا نکاح کروانے کی ذمہ داری اپنے والد کو سونپ دے تو یہ اس کا وکیل بھی ہے۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں الگ الگ ہوں مثلاً لڑکی کا والد یعنی ولی بھی موجود ہو اور لڑکی والد کی موجودگی میں اپنے بھائی یا چچا کو اپنا نکاح کروانے کی ذمہ داری سونپتے ہوئے وکیل بنا دے۔ تو یہاں ولی اور وکیل دونوں الگ الگ فرد ہیں۔

مشق نمبر 1

مختصر جواب دیجیے:

1: وہ کون سی چار چیزیں ہیں جو انبیاء علیہم السلام کی سنتوں میں شامل ہیں؟

2: نکاح کے پانچ فوائد تحریر کریں۔

3: نکاح کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے یہ بتائیں کہ انسان کے مختلف حالات کے اعتبار سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

4: نکاح کے ارکان کون سے ہیں؟ بیان کرتے ہوئے وضاحت کریں کہ فریقین میں سے کس کا کلام "ایجاب" کہلاتا ہے اور کس کا "قبول"؟

5: کیا انٹرنیٹ کے ذریعے نکاح درست ہے کہ لڑکا ایک ملک میں ہو اور لڑکی دوسرے ملک میں؟ اگر نہیں تو صحیح طریقہ کار کیا ہے جس سے نکاح درست ہو جائے!

6: مہر کی کتنی اقسام ہیں؟ بیان کرتے ہوئے ہر قسم کی تعریف کریں۔

7: ایک شخص نے 10 ہزار روپے مہر مقرر کیا۔ ہم بستری اور خلوتِ صحیحہ سے پہلے بیوی کو طلاق دے دی تو عورت کو کتنی رقم دینا ہو گی؟

8: نکاح میں قرآن مجید کی تعلیم دینے یا حج و عمرہ کروانے کو مہر بنانا درست ہے یا نہیں؟ جو جواب درست ہو اس کی وجہ بھی ضرور تحریر کریں۔

9: سوتیلی بہن کی بیٹی، بھانجی کی بیٹی اور باپ کی دوسری بیوی سے نکاح درست ہے یا نہیں؟

10: منہ بولی بیٹی اور منہ بولی بہن سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

11: ولایت کی کتنی قسمیں ہیں؟ بیان کرتے ہوئے ہر قسم کی تعریف بھی لکھیں۔

12: عاقلہ بالغہ عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

صحیح جواب کا انتخاب کیجیے:

1: نکاح کا لغوی معنی ہے:

ضم کرنا، ملانا دور کرنا، الگ کرنا دفن کرنا

2: کسی کو یقین ہو کہ اگر نکاح کیا تو مجھ سے بیوی پر ظلم ہی ہو گا تو ایسی صورت میں نکاح کرنا:

حرام ہے مکروہ ہے مناسب نہیں

3: نکاح کے ارکان کی تعداد ہے:

تین دو چار

4: اگر ایجاب و قبول کے وقت صرف ایک گواہ موجود ہو تو نکاح:

منعقد نہیں ہوتا منعقد ہو جاتا ہے ولی کی رضامندی پر موقوف ہوتا ہے

5: ایسا مہر جس کی ادائیگی نکاح کے فوراً بعد واجب ہو اسے کہتے ہیں:

مہر مؤجّل مہر معجّل مہر مثل

6: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر طے ہوا تھا:

131.25 تولہ چاندی 150.05 تولہ چاندی 200.08 تولہ چاندی

7: جو بہن ایک ماں باپ سے ہو اسے کہتے ہیں:

علاتی بہن حقیقی بہن اخیافی بہن

8: "رضاعت" کا معنی ہے:

پرورش کرنا دودھ پلانا عقیقہ کرنا

9: "ولی" کا لفظ ولایت سے نکلا ہے۔ نکاح میں ولایت کہتے ہیں:

دوستی کو سرپرستی کو ہمسائیگی کو

10: والد یا دادا کو اپنی زیرِ ولایت اولاد پر حاصل ہوتی ہے:

ولایتِ ندب ولایتِ اِجبار ولایتِ اِلزام

11: کسی بیوہ یا مطلقہ کا نکاح ہو رہا ہو تو سب سے پہلے ولایت حاصل ہو گی:

باپ کو سگے بھائی کو بیٹے کو

12: بالغ ہونے پر چچا وغیرہ کے کیے ہوئے نکاح کو رد کرنے کا اختیار کہلاتا ہے:

خیارِ شرط خیارِ رؤیت خیارِ بلوغ

خالی جگہ پر کیجیے:

1: جب کوئی شخص نکاح کرتا ہے تو اس کا............... مکمل ہو جاتا ہے۔

2: گمانِ غالب ہو کہ اگر میں نے نکاح کیا تو بیوی کے حقوق ادا نہیں کر سکوں گا تو ایسی صورت میں نکاح کرنا ....ہے۔

3: نکاح کے وقت فریقین میں سے جس کی گفتگو پہلے ہو اسے............... کہتے ہیں اور جس کی گفتگو بعد میں ہو اسے............... کہتے ہیں۔

4: .... سے مراد وہ چیز ہے جس کی کوئی قیمت ہو۔

5: مہر کی کم از کم مقدار............... درہم ہے۔

6: موجودہ دور کے حساب سے مہر فاطمی کی مقدار............... کلو گرام چاندی بنتی ہے۔

7: جو بہن ایک باپ سے ہو لیکن ماں الگ الگ ہو اسے............... بہن کہتے ہیں۔

8: ولی کو ولایتِ ندب............... کے درجے میں حاصل ہوتی ہے۔

9: ولایت کی............... اقسام ہیں۔

10: عصبہ بنفسہ اس قریبی مرد رشتہ دار کو کہتے ہیں جس کے ساتھ رشتے میں............... کا واسطہ نہ آتا ہو۔

11: اگر کوئی بیوہ عورت مجنونہ بن جائے تو اس کا ولی پہلے اس کا .... ہو گا، اگر وہ نہ ہو تو اس کا .... ہو گا۔

12: گواہوں میں اگر صرف............... ہی ہوں تو نکاح منعقد نہ ہو گا۔

غلط اور درست کی نشاندہی کیجیے:

1: ایک شخص نے ایک لڑکی سے نکاح کیا تو محض نکاح کرتے ہی اس لڑکی کی ماں اس شخص پر حرام ہو جاتی ہے۔

2: باپ کی بیوی سے نکاح جائز ہے؛ چاہے باپ نے اس عورت سے ہمبستری کی ہو یا نہ کی ہو۔

3: اگر ایک عورت نے کسی بچے کو یا بچی کو تین سال کے اندر اندر دودھ پلایا تو یہ عورت اس بچے یا بچی کی رضاعی ماں بن جاتی ہے۔

4: نابالغ لڑکا یا لڑکی اگر اپنا نکاح خود کرنا چاہیں تو ان کو اس بات کا اختیار ہے۔

5: نابالغ لڑکے یا نابالغہ لڑکی کا نکاح اس کے باپ یا دادا نے کیا ہو تو وہ اس نکاح کو فسخ نہیں کر سکتے۔

6: بغیر گواہوں کے اگر لڑکا لڑکی آپس میں ایجاب و قبول کر لیں تو شرعاً نکاح منعقد نہ ہو گا۔

7: ایک ہی شخص لڑکا اور لڑکی دونوں کی طرف سے وکیل بن سکتا ہے۔

8: نکاح میں ایک ہی شخص ولی اور وکیل بن سکتا ہے۔

9: اپنے سوتیلے باپ سے نکاح کرنا حلال ہے۔

10: اپنے سگے بھائی کی سوتیلی لڑکی سے نکاح کر سکتے ہیں۔

11: کوئی نابالغ کسی دوسرے کا ولی بن سکتا ہے۔

12: نکاح میں اولیاء کی ترتیب میراث میں عصبہ بنفسہ کی ترتیب کے الٹ ہوتی ہے۔

کَفاءت (برابری) کا بیان

کُفو کا معنی ہے: برابر، مساوی اور ہم پلہ۔

اصطلاح میں کفو سے مراد یہ ہے کہ لڑکا معاشرتی امور؛ مال ونسب، پیشہ وغیرہ کے اعتبار سے لڑکی کے برابر یا اس سے بڑھ کر ہو۔

شریعت میں نکاح کے معاملہ میں کفاءت کو اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ نکاح محض دو افراد کے ایک بندھن میں بندھنے کا نام نہیں بلکہ اس میں خاندان کے افراد بھی متعلق ہوتے ہیں۔ عورت نے نکاح کس خاندان میں کیا؟ کس فرد سے کیا؟ کس پیشہ سے منسلک آدمی سے کیا؟..... وغیرہ۔ فطری طور پر یہ امور خود عورت اور اس سے بڑھ کر خاندانی افراد کے لیے فخر یا عار کا باعث بنتے ہیں۔ بعض مرتبہ ایک لڑکی کا نکاح بے جوڑ لڑکے سے ہو جائے تو خاندان اس سے راہ ورسم اور تعلقات نہیں رکھتا جس کے نتیجے میں ناخوشگواریوں، تلخیوں اور لڑائی جھگڑے کا ایک طوفان امڈ آتا ہے۔ اس لیے کفاءت کو ملحوظ رکھ کر نکاح کرنا ضروری ہے تاکہ میاں بیوی اور خاندان کے باہمی تعلقات خوشگوار رہیں۔

برابری کا اعتبار پانچ چیزوں میں کیا جائے گا:

1: نسب وخاندان میں

2: مسلمان ہونے میں

3: دین داری میں

4: مال میں

5: پیشے میں

ہر ایک کی تفصیل درج ذیل ہے:

(1): نسب وخاندان میں برابری

1: نسب میں برابری کا مطلب یہ ہے کہ دونوں خاندانوں کا معیار معاشرے میں ایک جیسا سمجھا جاتا ہو اور وہ

دونوں آپس میں رشتہ داری قائم کرنے میں عار محسوس نہ کرتے ہوں۔ جیسے وڑائچ اور گوندل، مغل اور پٹھان، سید اور انصاری علوی۔ یہ سب آپس میں برابر درجے کے سمجھے جاتے ہیں۔

2: مغل خاندان؛ سید کے جوڑ کا نہیں۔ اگر کسی مغل لڑکے کا کسی سیدہ لڑکی سے نکاح ہوا تو اسے بے جوڑ کہا جائے گا۔

3: نسب میں باپ کا اعتبار کیا جاتا ہے، ماں کا نہیں۔ لہٰذا اگر کسی کا باپ سید ہو تو اولاد کو "سید" کہا جائے گا، ماں خواہ جس برادری سے تعلق رکھتی ہو۔ اگر باپ سید نہیں اور ماں سیدہ ہو تو اولاد کو سید نہ کہا جائے گا۔

4: جن کا صرف باپ سید ہو؛ وہ درجے میں ان کے برابر ہیں جن کا باپ اور ماں دونوں سید ہوں۔

تنبیہ:

عام طور پر سادات سے مراد صرف حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کی نسل مراد لی جاتی ہے۔ یہ بات ادھوری ہے۔ اصل میں سادات سے مراد خاندانِ بنو ہاشم ہے۔ بنو ہاشم سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت عقیل رضی اللہ عنہ اور حضرت حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی اولاد اور ان کے نسب سے تعلق رکھتے ہوں۔ یہ سب لوگ نسب میں ایک دوسرے کے برابر سمجھے جاتے ہیں۔

(2): مسلمان ہونے میں برابری

1: مسلمان ہونے میں برابری کا اعتبار سید، علوی، انصاری برادریوں میں نہیں بلکہ ان سے کم درجے کی قوموں میں ہے۔

2: جو شخص خود مسلمان ہو مگر اس کا باپ کافر ہو یہ اس عورت کے جوڑ کا نہیں جو خود بھی مسلمان ہو اور اس کا باپ بھی۔

3: جو آدمی خود مسلمان ہو، اس کا باپ بھی مسلمان ہو مگر اس کا دادا غیر مسلم ہو تو یہ اس عورت کے برابر کا نہیں جو خود بھی مسلمان ہو اور اس کے باپ دادا بھی مسلمان ہوں۔

4: دادا تک مسلمان ہونے میں برابری کا اعتبار ہے، اس سے آگے برابری نہ بھی ہو تو کچھ فرق نہیں۔ لہٰذا ایسا

شخص جو خود بھی مسلمان ہو اور اس کے باپ دادا بھی مگر پر دادا اور اوپر تک مسلمان نہیں تو یہ آدمی ایسی عورت کے جوڑ کا ہے جس کی کئی پشتیں مسلمان ہوں۔

(3): دین داری میں برابری

جو لڑکا دین دار نہیں وہ دین دار لڑکی کے جوڑ کا نہیں۔ چنانچہ نیک، پاک دامن، شریف الطبع، پابندِ صوم و صلوٰۃ عورت کے ساتھ شریر الطبع، آوارہ مزاج، جاہل اور شرابی کبابی کا نکاح نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ اس عورت کے برابر کا نہیں۔

(4): مال میں برابری

بالکل مفلس محتاج شخص مالدار عورت کے جوڑ کا نہیں۔ البتہ اگر لڑکا اتنا مہر دینے کی استطاعت رکھتا ہو جتنا نکاح کے وقت دینے کا دستور ہو، اگرچہ سارا مہر نہ دے سکے تو یہ اس لڑکی کے برابر کا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ جتنے مال دار لڑکی والے ہوں لڑکا بھی اتنا مال دار ہو یا اس کے قریب قریب ہو۔

(5): پیشے میں برابری

ادنیٰ پیشہ رکھنے والا شخص اعلیٰ پیشہ رکھنے والی عورت کے جوڑ کا نہیں۔ چنانچہ نائی، دھوبی، موچی پیشہ سے تعلق رکھنے والا لڑکا اعلیٰ پیشہ سے تعلق رکھنے والی عورت کے جوڑ کا نہیں سمجھا جائے گا۔

چند مسائل:

:1 ایسا شخص جو دیوانہ و پاگل ہو وہ ایسی عورت کی برابری کا نہیں جو زیرک اور سمجھدار ہو۔

:2 کسی لڑکی نے اپنا نکاح غیر کفو میں کیا تو نکاح منعقد ہو جائے گا البتہ اگر لڑکی کے اولیاء اس نکاح پر راضی نہ ہوں تو انہیں اختیار ہو گا کہ وہ اس کی اولاد ہونے سے پہلے پہلے عدالت سے رجوع کر کے اس کا نکاح فسخ کروا دیں۔ لیکن اگر اس لڑکی کی اولاد پیدا ہو گئی تو اب اولیاء کو فسخِ نکاح کا اختیار نہیں ہو گا۔

شادی کے مراحل؛قدم بہ قدم

ذیل میں شادی کے ان مراحل کو ذکر کیا جاتا ہے جو عام طور پر ہمارے معاشرے میں پیش آتے ہیں۔ ان مراحل میں شرعی رہنمائی کیا ہے، ان مراحل کو طے کرتے وقت کن امور کا خیال رکھنا چاہیے اور کن باتوں سے اجتناب کرنا چاہیے، یہاں مختصراً ذکر کیے جاتے ہیں:

رشتے کا انتخاب:

رشتے کے انتخاب کے وقت حسنِ سیرت، حسنِ اخلاق، حسنِ کردار، حسنِ تربیت اور حسنِ عمل کو بنیاد بنانا چاہیے۔ ان اوصاف کے ساتھ ساتھ حسن صورت بھی ہو تو بہت عمدہ ہے۔ مناسب حد تک خوبصورت ہونا بھی مرغوب و مطلوب ہے کیونکہ خوبصورتی کا خوشگوار ازدواجی زندگی میں خاصا عمل دخل ہوتا ہے، لیکن حسن صورت کو مدار بنا کر باقی اوصاف سے صَرف نظر کرنا بھی دانشمندی نہیں کیونکہ محض حسن صورت؛خوش گوار ازدواجی زندگی کی ضمانت نہیں۔ حدیث مبارک میں دینداری کو ملحوظ رکھ کر رشتہ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

نکاح سے پہلے دعا و استخارہ کی ضرورت:

نکاح زندگی بھر کا ساتھ ہوتا ہے۔ اس لیے اہتمام کرنا چاہیے کہ نکاح اچھی جگہ ہو۔ اس مقصد کے لیے دعا واستخارہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ دعاؤں کا خوب اہتمام کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے عاجزی کے ساتھ اچھے رشتے کی دعا کی جائے۔ قرآن کریم میں بھی اس عنوان کی دعا کرنے کا ذکر ہے:

﴿رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ﴾

سورۃ الفرقان:74

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔

اس کے علاوہ اپنے الفاظ میں بھی دعا کر سکتے ہیں۔ مثلاً لڑکا یوں دعا کرے:

اَللّٰهُمَّ زَوِّجْنِیْ زَوْجَةً صَالِحَةً.

اے اللہ! مجھے نیک سیرت بیوی عطا فرما۔

اور لڑکی یوں دعا کرے:

اَللّٰھُمَّ زَوِّجْنِیْ زَوْجًا صَالِحًا.

اے اللہ! مجھے نیک سیرت شوہر عطا فرما۔

دعا کے ساتھ ساتھ استخارہ بھی کرنا چاہیے۔ "استخارہ" کا مطلب ہے: اللہ تعالیٰ سے اپنے کام میں خیر اور بھلائی طلب کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استخارہ کرنے کی ترغیب دی ہے۔ اس لیے ایسے مواقع پر اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔ استخارے کا مسنون طریقہ کتاب الفقہ حصہ اول میں ملاحظہ فرمائیں۔

صاحب الرائے شخصیت سے مشورہ کرنا:

رشتہ کے انتخاب میں دعاؤں اور استخارہ کے بعد بہتر یہ ہے کہ دیندار، معاملہ فہم، سمجھ دار اور تجربہ کار افراد سے مشورہ کیا جائے۔ یہ افراد دیانتداری کے ساتھ اپنے تجربہ کی بنیاد پر مثبت اور منفی پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے جو عمدہ رائے اور بہترین مشورہ دیں اس پر عمل کرنا چاہیے۔

نکاح سے پہلے لڑکی کو ایک نظر دیکھنا:

نکاح سے عمر بھر کا تعلق پیدا ہونا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ دونوں میں باہمی موافقت ہو۔ اسی موافقت کے حصول کے لیے شریعت نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ لڑکی کو ایک نظر دیکھ لیا جائے تاکہ نکاح کرنے نہ کرنے میں فیصلہ آسان ہو۔ لڑکی کو دیکھنا تحقیق کی نظر سے ہو، لذت کے حصول کے لیے نہ ہو۔ یہاں پر واضح رہے کہ حدیث مبارک میں اس کی اجازت اس طرح ہے کہ لڑکا ایک نظر دیکھ لے، حدیث میں لڑکی باضابطہ طور پر دکھانے کا ذکر نہیں۔ اس لیے دیکھنے کے لیے اہتمام اور انتظام کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ کسی بہانے سے لڑکا ایک نظر دیکھ لے، بس یہی کافی ہے۔ خواتین رشتہ داروں کے ذریعے بھی لڑکی کے بارے میں معلوم کیا جاسکتا ہے، یعنی وہ لڑکی کو دیکھ لیں اور لڑکے کو بتلا دیں۔

پیغامِ نکاح بھیجنا:

اگر استخارہ اور بڑوں کے مشورہ سے نکاح کرنے کا رجحان پیدا ہو جائے تو اس گھر میں پیغامِ نکاح بھجوا دیا

جائے۔ پیغام بھیجتے وقت کسی بات کو بالکل نہیں چھپانا چاہیے بلکہ جو معاشرتی حیثیت اور حقیقت ہو اور مال و دولت کا جو معیار ہو واضح بتانا چاہیے۔ جہاں رشتہ کا پیغام بھیج رہے ہوں اگر وہاں پہلے سے کسی نے پیغام بھیجا ہوا ہو تو ایسی صورت میں پیغام بالکل نہ بھیجا جائے بلکہ انتظار کیا جائے۔ اگر اس گھر والے دوسرے پیغام کو قبول کر لیں تو فبہا اور اگر اس سے انکار کر دیں تو اب پیغام بھیجنے میں کوئی ممانعت نہیں ہے۔

منگنی اور تاریخ کا تعین:

اگر لڑکی والوں نے رشتہ دینے پر آمادگی ظاہر کر دی تو رب کا شکر ادا کریں۔ منگنی کی حقیقت بھی یہی ہے کہ لڑکی والے رشتہ کے لیے آمادگی ظاہر کر دیں۔ اس کے علاوہ منگنی میں مختلف اقسام کی رسوم و رواج کا ارتکاب کرنا انتہائی برا ہے۔ منگنی کے موقع پر کسی تقریب کی ضرورت نہیں اور نہ ہی کسی خاص انتظام اور اہتمام کی حاجت ہے۔ ہاں البتہ جو مہمان اس مقصد کے لیے تشریف لائے ہوں ان کا حسب استطاعت اکرام اور اعزاز کیا جائے۔

منگنی کے موقع پر بعض رسومات ادا کی جاتی ہیں۔ ذیل میں ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے تاکہ ان سے بچ کر وعدہ نکاح کی اس محفل کو سادگی سے منعقد کیا جائے۔

1: بعض جگہوں میں یہ طریقہ اپنایا جاتا ہے کہ منگنی کے موقع پر چائے اور دیگر مشروبات پیش کرنے کے بہانے لڑکی کو بنا سنوار کر غیر محرم مردوں کے سامنے لایا جاتا ہے۔ یہ عمل شرعاً بھی ناجائز ہے اور انسانی فطرت اور غیرت کے بھی خلاف ہے۔

2: منگنی کے موقع پر لڑکے لڑکی کو ایک ساتھ بٹھلایا جاتا ہے اور وہ دونوں ایک دوسرے کو انگوٹھی پہناتے ہیں۔ یہ عمل بھی شرعاً جائز نہیں کیونکہ ابھی یہ دونوں ایک دوسرے کے حق میں اجنبی اور غیر محرم ہیں۔ ان دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھنا اور ایک دوسرے کو چھونا جائز نہیں۔

3: منگنی کے بعد مختلف مواقع مثلاً عید وغیرہ پر مختلف ہدایا اور تحائف کا تبادلہ کیا جاتا ہے جو کہ محض رسم و رواج کی بنیاد پر دیے جاتے ہیں۔ عمومی مشاہدہ یہی ہے کہ منگنی ٹوٹنے کے بعد دی جانے والی اشیاء کی واپسی کا لازمی مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اس لیے رسم و رواج کی بنیاد پر تحائف کا تبادلہ نہ کیا جائے۔ ہاں البتہ دکھلاوے اور معاوضہ کی نیت کے بغیر اگر منگنی کے موقع پر یا بعد میں کچھ ہدیہ دیا جائے تو شرعاً جائز ہے۔

4: منگنی کے بعد نکاح سے پہلے منگیتر سے ملنا ملانا، فون پر بات چیت کرنا اور گپ شپ لگانا جائز نہیں۔ اس سے بچنا واجب ہے کیونکہ نکاح سے پہلے منگیتر کی حیثیت اجنبی اور غیر محرم کی ہے۔ لہٰذا نکاح سے پہلے دیکھنا دکھانا، گھومنا پھرنا اور گپ شپ لگانا جائز نہیں۔ یہ چیزیں اسلامی تعلیمات اور انسانی اَقدار کے منافی ہیں۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ منگنی سے نکاح نہیں ہوتا مگر ایک قسم کا وعدۂ نکاح ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شرعی عذر اور مانع نہ ہو تو اس وعدہ کو حتی الامکان نبھانا چاہیے۔ البتہ اگر کوئی شرعی یا اخلاقی عذر ایسا پایا جائے جس کی وجہ سے منگنی برقرار رکھنے میں معقول ضرر لاحق ہونے کا اندیشہ ہو اور اس بنا پر منگنی توڑ دی گئی تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی کا مؤاخذہ نہ فرمائیں گے۔

مجلسِ نکاح:

نکاح ایک اہم عبادت ہے۔ دیگر عبادات کی طرح اس میں بھی سادگی مطلوب ہے۔ دینی تعلیم سے عدمِ واقفیت کی وجہ سے لوگ اس میں مختلف رسومات کا ارتکاب کرتے ہیں جس کی وجہ سے آج معاشرے میں نکاح جیسی آسان عبادت کو بہت مشکل اور پیچیدہ بنادیا گیا ہے۔

نکاح کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ نکاح کی تقریب مسجد میں منعقد کی جائے۔ لڑکی سے اس کا ولی یا محرم رشتہ دار اجازت لے۔ نکاح خواں ان کی اجازت سے گواہوں کی موجودگی میں شرعی مہر کے ساتھ ایجاب و قبول کرائے۔ اس طریقہ سے شرعاً نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔

نکاح کی مجلس میں نکاح منعقد ہونے کے بعد حاضرینِ مجلس میں چھوہارے لٹانا مسنون و مستحب ہے۔

نکاح کے لئے ایک سے زائد بار ایجاب و قبول کروانا کوئی ضروری نہیں البتہ اگر کوئی پختگی کے ارادے سے ایسا کرے تو گنجائش ہے۔ بعض علاقوں میں نکاح کے موقع پر نکاح خواں حضرات دُلہا، دُلہن کو کلمہ پڑھواتے ہیں یہ بھی شرعاً ضروری نہیں۔ ہاں اگر کسی جگہ بہت زیادہ بے دینی کا ماحول ہو اور امکان ہو کہ دلہا یا دلہن سے کسی موقع پر ایسے الفاظ سرزد ہوگئے ہوں جو ایمان سے خارج کر دیتے ہیں تب کلمہ پڑھوا لینے میں کوئی حرج نہیں۔

نکاح خواں کے لیے شرعاً کوئی فیس یا اجرت مقرر نہیں البتہ اپنی حیثیت کے مطابق اس کو ہدیہ دینا مستحسن عمل ہے۔

جہیز اور راہِ اعتدال:

والدین کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کو نہایت اعزاز کے ساتھ رخصت کریں اور حسب استطاعت تحائف اور ضرورت کا سامان دیں۔ اسی طرح لڑکی کے قریبی رشتہ داروں کی بھی چاہت ہوتی ہے کہ وہ اسے خوشی کے اس موقع پر ضرورت کی چیزیں فراہم کریں۔

یہ خواہش اور جذبات قابل قدر ہیں۔ ضرورت کی حد تک اس پر عمل ہونا چاہیے۔ جس کی بہترین صورت یہ ہے کہ وسعت کے مطابق شادی کے موقع پر اور باقی حسبِ ضرورت موقع بہ موقع چیزیں فراہم کر دی جائیں۔

شادی کی مناسبت سے لڑکی کو دی جانے والی اشیاء اور چیزوں کو "جہیز" کہا جاتا ہے۔ اس کے لیے درج ذیل امور کی پابندی کی جائے۔

[1]: محض ہدیہ اور تحفہ کی نیت سے دیا جائے۔

[2]: استطاعت سے زیادہ نہ دیا جائے۔

[3]: نمود و نمائش کے طور پر نہ دیا جائے۔

[4]: قرض کا بوجھ اپنے کندھوں پر نہ ڈالا جائے۔

[5]: جہیز کے بغیر بیٹی کی رخصتی کو معیوب نہ سمجھا جائے۔

[6]: یہ ساز و سامان اس وجہ سے نہ دیا جائے کہ اگر نہیں دیں گے تو لوگ کیا کہیں گے۔

[7]: ساز و سامان دینے کا مقصد اس لڑکی کو وراثت سے محروم کرنا نہ ہو۔

اگر درج بالا امور کا لحاظ رکھا جائے تو دینے میں حرج نہیں۔

بعض مرتبہ لڑکے والوں کی طرف سے باضابطہ طور پر جہیز میں اشیاء کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور حسبِ منشأ اشیاء نہ دیے جانے پر نہ صرف ہنگامہ کھڑا کیا جاتا ہے بلکہ طعنے دے دے کر لڑکی کی زندگی اجیرن بنا دی جاتی ہے۔ ایسا عمل شرعاً تو غلط ہے ہی، ساتھ میں مرد کی غیرت، حمیت اور مردانگی کے بھی خلاف ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے آنے والے معزز مہمان سے یہ مطالبہ کیا جائے کہ آتے ہوئے حسبِ ضرورت کھانے کے برتن، بستر اور دیگر ضرورت کی اشیاء ہمراہ لائیں۔

مروجہ جہیز کے نقصانات:

(1): مروجہ جہیز کا شریعت میں کوئی تصور نہیں۔ یہ ایک ہندوانہ رسم ہے۔ اس کی حوصلہ شکنی ہونی چاہیے۔

(2): محض جہیز نہ ہونے کی وجہ سے بہت سی جوان بچیوں کے سر میں چاندی اُتر آتی ہے۔ نہ جہیز کا انتظام ہو پاتا ہے اور نہ ان کے ہاتھ پیلے ہو پاتے ہیں۔

(3): جہیز کو پورا کرنے کی خاطر والدین قرض کے بھاری بھر کم بوجھ تلے دب جاتے ہیں۔ آمدن کم ہوتی ہے اور اخراجات زیادہ ہوتے ہیں جس کی وجہ سے قرض کی ادائیگی کی مناسب صورت نہیں بن پاتی تو یہ چیز مستقل طور پر پریشانی کا باعث بن جاتی ہے۔

(4): مروجہ جہیز ایک سماجی و معاشرتی ظلم ہے۔ بہت سی جوانیاں اس ظلم کی بھینٹ چڑھ چکی ہے۔ متعدد واقعات رونما ہو چکے ہیں کہ جہیز کی قدرت نہ ہونے کی وجہ سے خودکشی کر لی گئی۔

(5): بہت سے لوگ اپنی ناک اونچی رکھنے کی خاطر سود پر قرض لے کر جہیز کا انتظام کرتے ہیں جبکہ سود کا لین دین اللہ تعالیٰ کی کھلی بغاوت ہے اور اس کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔

(6): مروجہ جہیز مرد کی اسلامی اور طبعی غیرت کے خلاف ہے۔

امورِ نکاح میں سادگی کو فروغ دینا:

رسوم و رواج سے اجتناب کرتے ہوئے نکاح کو "آسان" اور شادی کو "سادی" بنایا جائے۔ جب نکاح اور شادی آسان ہوں گے تو یقیناً اس میں خیر و برکت کا نزول ہو گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے

اِنَّ أَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُ مُؤْنَةً.

مشکوۃ المصابیح: رقم الحدیث 3097

ترجمہ: سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں مشقت (اخراجات) سب سے کم ہو۔

بارات کے متعلق ہدایات:

دلہن بیاہنے کے لیے دلہا کی طرف سے جو لوگ اس تقریب میں شریک ہوتے ہیں ان پر "بارات" کا لفظ

بولا جاتا ہے۔ بارات میں کتنے افراد ہونے چاہییں؟ اس کی شریعت کی طرف سے حدبندی نہیں کی گئی۔ تاہم شریعت کا مزاج یہ ہے کہ بارات کم سے کم افراد پر مشتمل ہو۔ بہت زیادہ افراد کا جانا مناسب نہیں خصوصاً اس صورت میں جب لڑکی والے زیادہ مہمانوں کے انتظام سے عاجز ہوں۔

رخصتی کا صحیح طریقہ:

"رخصتی" کا مطلب یہ ہے کہ نکاح کے بعد خاوند اپنی منکوحہ کو اپنے ساتھ اپنے گھر لے جائے۔ رخصتی والا مرحلہ بھی نکاح کی طرح سادگی کے ساتھ طے کرنا چاہیے۔ اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ خاوند کے خاندان میں سے چند معزز اور قابل اعتماد مرد و خواتین تشریف لائیں اور باوقار طریقے سے لڑکی بیاہ کر لے جائیں۔ رخصتی کے موقع پر آج کل جن رسومات، خرافات اور دیگر خلاف شریعت امور کا ارتکاب کیا جاتا ہے ان کی ایک طویل فہرست ہے۔

ذیل میں چند چیزوں کو ذکر کیا جاتا ہے تاکہ ان سے بچا جا سکے:

(1): بعض جگہوں پر قرآن کریم کے سائے میں رخصتی کو لازمی تصور کیا جاتا ہے۔ یہ کام اس نظریہ سے کیا جاتا ہے کہ قرآن کریم کے سایہ میں نئی زندگی ہر طرح کے خطرات سے محفوظ ہو گئی ہے۔ واضح ہو کہ قرآن پر عمل کرنا ہی برکت کا باعث ہے۔ محض قرآن کے سایہ کو کافی سمجھنا اور اس کی تعلیمات پر عمل نہ کرنا غیر سنجیدہ فعل ہے۔

(2): رخصتی کے موقع پر عموماً بے پردگی اور مرد و زن کا اختلاط بہت زیادہ ہوتا ہے جس کے نتیجے میں بدنگاہی اور جنسی جرائم جنم لیتے ہیں۔

(3): اکثر لوگ تصویر کشی و عکس بندی کے گناہ میں ملوث ہیں، خصوصاً دلہا دلہن کو ایک ساتھ بٹھا کر مختلف جہتوں سے منظر کشی کی جاتی ہے۔ اس سے اجتناب لازم ہے۔

فائدہ: شریعت مطہرہ نے نکاح ہو جانے کے بعد رخصتی کے لیے کوئی مخصوص مدت متعین نہیں کی۔ البتہ یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ اگر کوئی معقول عذر نہ ہو تو رخصتی میں بلاوجہ تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ نکاح ہو جانے کے بعد اگر کسی وجہ سے رخصتی میں تاخیر ہو جائے تو اس سے نکاح پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

دعوت ولیمہ:

رشتہ ازدواج سے منسلک ہونے کے بعد مرد کی طرف سے ایک دعوت کا اہتمام کیا جاتا ہے جس کا مقصد

قلبی مسرت وشادمانی کا اظہار کرنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیوی کی صورت میں ملنے والی عظیم نعمت پر شکر بجالانا ہوتا ہے۔ اس دعوت کو "ولیمہ" کہا جاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر اپنی شادی مبارک میں ولیمہ کا اہتمام فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی ترغیب دے کر اس کی اہمیت ظاہر فرمائی۔

ولیمہ کا افضل درجہ یہ ہے کہ رخصتی کے بعد کیا جائے۔ اس سے کم درجہ یہ ہے کہ نکاح کے بعد اور رخصتی سے پہلے کیا جائے۔ بعض لوگ نکاح سے بھی پہلے دعوت کھلا کر اسے "ولیمہ" کا نام دیتے ہیں۔ واضح رہے کہ اس دعوت سے مسنون ولیمہ ادا نہیں ہوتا۔

ولیمہ میں چند آداب کا خیال رکھنا چاہیے:

(1): ولیمہ کا انتظام اپنی وسعت کے مطابق کیا جائے۔

(2): ولیمہ کا انتظام محض سنت پر عمل کرنے کی نیت سے ہو، دکھلاوے اور ریاکاری کے طور پر ولیمہ نہ کیا جائے۔ نیز اس میں تقابل کی صورت بھی نہ ہو کہ فلاں کے ولیمہ میں اتنے کھانے تھے تو میں نے ان سے بڑھ کر کھانے تیار کرنے ہیں۔ عموماً اس مقصد کے لیے قرض اٹھایا جاتا ہے جو کہ غیر سنجیدہ اور غیر پسندیدہ حرکت ہے۔

(3): ولیمہ میں غرباء وفقراء کو نظر انداز نہ کیا جائے بلکہ خوشی کے اس موقع پر مالی حیثیت میں کمزور سفید پوش افراد کو نہایت تکریم کے ساتھ، ان کی عزت نفس کو محفوظ رکھتے ہوئے مدعو کیا جائے۔ بعض لوگ ولیمہ میں صرف مالدار اور اہل ثروت کو مدعو کرتے ہیں، ان کا یہ طرزِ عمل شریعت کی نگاہ میں پسندیدہ نہیں۔

(4): ولیمہ کی تقریب ایک مسنون تقریب ہوتی ہے۔ لہٰذا اس میں ایسے افعال کیے جائیں جو رحمتِ الٰہی کا باعث ہوں۔ ایسے امور سے بچا جائے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور لعنت کا سبب ہوں۔ ولیمہ کی تقریب میں عموماً میوزک، ناچ گانے اور تصویر کشی کے گناہ بہت زیادہ پائے جاتے ہیں، ان سے لازمی طور پر بچا جائے۔

(5): مرد اور خواتین کے لیے الگ الگ انتظام کیا جائے۔ بے پردگی اور بے حجابی سے مکمل طور پر بچا جائے۔ پردہ کا خیال نہ رکھنا اور مخلوط ماحول میں تقریب منعقد کرنا اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینا ہے۔ ولیمہ کی دعوت میں خدا کے غضب کو قطعاً دعوت نہ دی جائے۔

(6): ولیمہ کا کھانا باعث برکت ہوتا ہے۔ لہٰذا اسے بلا عوض کھلانا چاہیے۔ کھانے کے بعد پیسے لینا جسے عرف میں

"نیوتہ" کہا جاتا ہے، شرعاً جائز نہیں۔ ہاں البتہ ولیمہ کے موقع پر بطور محبت دلہا یا دلہن کو کوئی ہدیہ یا تحفہ پیش کرنا شرعاً منع نہیں۔ البتہ اس کی صورت یہ ہونی چاہیے کہ نمود و نمائش کے بغیر اور کسی عوض اور بدلہ کی طمع کے بغیر محض محبت و الفت کے طور پر ہدیہ یا تحفہ خاموشی سے ان کو پیش کر دیا جائے۔

نفقہ و سکنٰی کا بیان

نفقہ و سکنٰی سے مراد خوراک، پوشاک اور رہائش ہیں، یعنی روٹی، کپڑا اور مکان۔ بعض صورتوں میں خاوند کے ذمہ نفقہ و سکنٰی واجب ہوتا ہے اور بعض میں نہیں۔ اس حوالے سے ذیل میں چند مسائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

1: عورت خواہ کتنی مال دار کیوں نہ ہو اس کا نفقہ و سکنٰی شوہر کے ذمہ واجب ہے۔

2: نفقہ و سکنٰی میں خاوند اور بیوی دونوں کی مالی حیثیت کو ملحوظ رکھا جائے گا۔ دونوں مال دار ہوں تو مال داروں جیسا ملے گا۔ دونوں غریب ہوں تو غریبوں کی طرح ملے گا۔ اگر مرد مال دار اور عورت غریب ہو یا اس کے برعکس ہو تو خاوند کے ذمہ اتنا خرچ واجب ہو گا جو غریبوں سے زیادہ اور مال داروں سے کم ہو۔

3: نکاح کے بعد رخصتی سے قبل بھی عورت نفقہ کی حق دار ہو گی۔ ہاں اگر مرد نے رخصتی کی کوشش کی مگر لڑکی والوں نے عذر کر دیا ہو تو اس صورت میں نفقہ کی حق دار نہ ہو گی۔

4: عورت اگر بیمار ہو جائے تو بیماری کے ایام کا نفقہ شوہر کے ذمہ ہو گا۔ خواہ خاوند کے گھر بیمار ہوئی ہو یا اپنے میکے میں۔

فائدہ: بعض کتب میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ بیوی کے علاج معالجہ کا خرچ خود بیوی کے ذمہ ہے، شوہر کے ذمہ واجب نہیں۔ اس کی وجہ بظاہر یہ سمجھ میں آتی ہے کہ گزشتہ دور میں عموماً بیماری کے علاج میں اس قدر زیادہ رقم خرچ نہ ہوتی تھی اس لیے عرف یہ تھا کہ بیوی کے علاج کا خرچ شوہر کے ذمہ واجب نہیں۔ مگر آج کے دور میں علاج معالجہ میں بسا اوقات اس قدر اخراجات ہو جاتے ہیں جنہیں برداشت کرنا عورت کے بس سے باہر ہوتا ہے۔ اس لیے عرف کی تبدیلی کی وجہ سے ہماری رائے یہی ہے کہ اب عورت کی بیماری کا خرچ مرد کے ذمہ ہونا چاہیے۔

5: عورت اپنے میکے تھی، خاوند نے اپنے گھر بلایا مگر وہ نہ آئی تو اب وہ نفقہ کی حق دار نہ ہو گی۔ اگر اپنے میکے میں

بیمار ہو جائے اور خاوند کے بلانے پر بھی نہ آئے تب بھی نفقہ کی حق دار نہ ہو گی۔ دوا اور علاج معالجہ کا خرچ شوہر کے ذمہ واجب نہیں، تاہم اگر حُسن سلوک اور کریمانہ اخلاق کی بنا پر دے دے تو باعثِ اجر ہے۔

6: رخصتی سے قبل جتنا مہر عورت کو دینے کا دستور ہو اگر مرد نے وہ نہیں دیا اس وجہ سے عورت خاوند کے گھر نہیں آتی تو وہ نان و نفقہ کی حق دار ہو گی۔ اگر بلاوجہ خاوند کے گھر نہیں جاتی تو اب نفقہ کی حق دار نہ ہو گی۔ جب جائے گی تب شوہر کے ذمہ ہو گا۔

7: شوہر اگر چند ماہ یا چند سالوں کا خرچ پیشگی دے دے تو یہ جائز ہے، اب خاوند دوبارہ اس میں سے واپس نہیں لے سکتا۔

8: شوہر نابالغ مگر بیوی بالغہ ہو تو بیوی نفقہ کی حق دار ہو گی۔

9: خاوند کی ذمہ داری ہے کہ بیوی کی رہائش کے لیے ایسی جگہ کا انتظام کرے جس میں شوہر کا کوئی رشتہ دار نہ رہتا ہو تاکہ میاں بیوی بے تکلفی کے ساتھ رہ سکیں۔ ہاں اگر عورت اپنی رضامندی سے باقی اہل خانہ کے ساتھ رہنا گوارا کر لے تو بھی درست ہے۔

10: اگر جوائنٹ فیملی سسٹم (اجتماعی رہائش) ہو تو پورے گھر میں سے ایک کمرہ عورت کیلئے متعین کر دے تاکہ وہ اپنا گھریلو سامان اس میں باحفاظت رکھ سکے۔ اس میں کسی اور کا دخل نہ ہو اور اس کی چابی صرف اسی کے پاس رہے تو بس حق ادا ہو گیا۔ اس صورت میں عورت یہ مطالبہ نہیں کر سکتی کہ پورا گھر میرے لیے الگ کر دو۔

11: جس طرح بیوی کو حق ہے کہ اپنے لیے ایسی الگ رہائش گاہ کا مطالبہ کرے جس میں خاوند کے کسی رشتہ دار کا عمل دخل نہ ہو، اسی طرح شوہر کو بھی اختیار ہے کہ وہ اپنی بیوی کی رہائش گاہ میں بیوی کے ماں باپ بہن بھائی اور دیگر رشتہ داروں کو نہ آنے دے۔

12: عورت اپنے والدین کی زیارت اور خدمت کے لیے جانا چاہے تو ہفتہ میں ایک بار جا سکتی ہے۔ والدین کے علاوہ دیگر رشتہ داروں سے ملاقات کے لیے سال بھر میں ایک بار جانے کی اجازت ہے۔

13: عورت کے والدین اسے ملنے کے لیے ہفتہ بھر میں ایک بار آ سکتے ہیں اور دیگر رشتہ دار سال میں ایک بار آ سکتے ہیں، ہاں اگر خاوند ان کو جب اور جتنی مرتبہ آنے کی اجازت دے تو الگ بات ہے، مگر یاد رہے کہ رشتہ داروں

سے مراد محرم رشتہ دار ہیں یعنی ایسے کہ جن سے عورت کا نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔ نامحرم اجنبی رشتہ داروں سے میل ملاقات کی قطعاً اجازت نہیں۔

14: عورت کے والدین دونوں یا کوئی ایک بیمار ہو اور خبر گیری والا اس عورت کے علاوہ کوئی نہ ہو تو ضرورت کے مطابق وہاں روزانہ جا سکتی ہے، اگر خاوند منع کرے تب بھی جانے کی اجازت ہے۔ اگر والدین کافر ہوں تب بھی یہی حکم ہے البتہ خاوند کی اجازت کے ساتھ جانے کی صورت میں نفقہ کی حق دار ہو گی، بلا اجازت جانے کی صورت میں نفقہ کی حق دار نہ ہو گی۔

15: عورت کو اجنبی لوگوں کے گھروں میں جانے کی اجازت نہیں۔ اگر ضروری کام ہو تو خاوند کی اجازت سے حسب ضرورت جا سکتی ہے۔

16: شادی بیاہ اور دیگر تقریبات کی ایسی محافل جن میں غیر شرعی کام ہوتے ہوں ان میں عورت کے لیے جانا جائز نہیں، اگر خاوند اجازت دے تب بھی جانا جائز نہیں، خاوند اجازت دے گا تو وہ بھی گناہ گار ہو گا۔ یاد رہے کہ غیر شرعی امور پر مشتمل ایسی تقریب کسی قریبی محرم رشتہ دار کی طرف سے ہو تب بھی شرکت کرنا جائز نہیں۔

17: ایسی عورت جس کا خاوند فوت ہو چکا ہو وہ خوراک، لباس اور رہائش کی حق دار نہیں، اسے میراث میں حصہ ملے گا۔

18: اگر عورت کو طلاق مل گئی تو وہ عدت پوری ہونے تک خوراک، لباس اور رہائش کی حق دار ہو گی۔

19: اگر عورت نے خلع لیا تو اسے نفقہ اور سکنیٰ ملے گا یا نہیں، اس میں یہ تفصیل ہے: اگر خلع لیتے وقت عورت نے تصریح کی ہو کہ میں نفقہ اور سکنیٰ نہیں لوں گی تو نفقہ ساقط ہو جائے گا لیکن سکنیٰ ملے گا اور اگر خلع لیتے وقت کوئی تصریح نہ کی ہو تو نفقہ اور سکنیٰ؛ دونوں ملیں گے۔

باب دوم؛رضاعت کے احکام و مسائل

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ اُمَّھٰتُکُمُ الّٰتِیۡۤ اَرۡضَعۡنَکُمۡ وَ اَخَوٰتُکُمۡ مِّنَ الرَّضَاعَۃِ﴾

سورۃ النساء:23

ترجمہ: تمہاری رضاعی مائیں، تمہاری رضاعی بہنیں (بھی تم پر حرام کی گئی ہیں، لہٰذا ان سے نکاح نہ کرو)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَا یَحْرُمُ مِنَ الْوِلَادَةِ.

صحیح مسلم: رقم الحدیث3569

ترجمہ: جو رشتے ولادت (نسبی رشتہ داری) سے حرام ہو جاتے ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔

رضاعت کا لغوی معنی ہے: پستان چوسنا۔

رضاعت کا اصطلاحی معنی ہے: مخصوص طریقے سے مخصوص مدت میں دودھ پلانا جس کے ذریعے حرمت ثابت ہو جاتی ہے۔

چنانچہ بچے نے دو سال کے مدت کے اندر اندر کسی عورت کے پستان چوس کر دودھ پی لیا یا کسی عورت کے دودھ کو برتن میں نکال کر بچے کو پلایا گیا یا دودھ نکال کر بچے کے ناک میں ٹپکایا گیا اور وہ اس کے حلق میں اتر گیا تو بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

جب کوئی عورت کسی بچے کو دودھ پلاتی ہے تو اس سے رشتہ رضاعت ثابت ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے یہ عورت اس بچے کی رضاعی ماں بن جاتی ہے، اس عورت کا خاوند اس بچے کا رضاعی باپ اور اس عورت کی اولاد اس بچے کے رضاعی بہن بھائی بن جاتے ہیں۔

رضاعت سے متعلق چند مسائل درج ذیل ہیں:

[1]: کسی بچے کو دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے یعنی جب تک دو سال کا نہ ہو جائے اسے دودھ پلانا جائز ہے۔ دو سال کے بعد دودھ پلانا حرام ہے۔ چنانچہ اگر کسی عورت نے دو سال کے اندر کسی بچے کو دودھ پلایا تو رشتہ رضاعت

ثابت ہو جائے گا لیکن اگر دو سال کے بعد دودھ پلایا تو اب رشتہ رضاعت ثابت نہیں ہو گا۔

[2]: رضاعت کی وجہ سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں۔ چنانچہ دودھ پلانے والی خاتون کا خاوند اس بچے یا بچی کا رضاعی باپ بن جاتا ہے اور اس عورت کی تمام اولاد دودھ پینے والے بچے کے رضاعی بہن بھائی بن جاتے ہیں۔ اس لیے اگر وہ لڑکا ہے تو دودھ پلانے والی عورت کی تمام بیٹیوں سے اور اگر وہ لڑکی ہے تو دودھ پلانے والی کے تمام بیٹوں کے ساتھ اس کا نکاح حرام ہو گا۔ البتہ دو صورتیں اس اصول سے مستثنیٰ ہیں:

پہلی صورت: کوئی شخص اپنے بیٹے کی نسبی بہن سے نکاح نہیں کر سکتا لیکن بیٹے کی رضاعی بہن سے نکاح کر سکتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ بیٹے کی نسبی بہن یا تو اس شخص کی حقیقی بیٹی ہو گی یا اس کی بیوی (جس سے ہمبستری کر چکا ہو) کی بیٹی ہو گی جو اس کے پہلے شوہر سے ہو گی۔ جس طرح حقیقی بیٹی سے نکاح کرنا حرام ہے اسی طرح بیوی کی پہلے شوہر سے پیدا ہونے والی بیٹی سے نکاح کرنا بھی حرام ہے لیکن یہ بات بیٹے کی رضاعی بہن میں نہیں پائی جاتی، اس لیے اس سے نکاح جائز ہے۔

دوسری صورت: کوئی شخص اپنی بہن کی نسبی ماں سے نکاح نہیں کر سکتا لیکن اپنی بہن کی رضاعی ماں سے نکاح کر سکتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ بہن کی نسبی ماں یا تو اس شخص کی حقیقی ماں ہو گی یا اس کے باپ کی بیوی ہو گی جس سے اس کا باپ نکاح کر چکا ہے۔ جس طرح حقیقی ماں سے نکاح کرنا حرام ہے اسی طرح اپنے والد کی منکوحہ سے نکاح کرنا بھی حرام ہے لیکن یہ بات بہن کی رضاعی ماں میں نہیں پائی جاتی، اس لیے اس سے نکاح جائز ہے۔

[3]: اگر کسی مرد کی ایک بیوی نے بچے کو دودھ پلایا تو اب دوسری بیویوں کی اولاد سے بھی حرمتِ رضاعت ثابت ہو جائے گی۔ اس دودھ پینے والے لڑکے کے ساتھ دوسری بیوی کی کسی لڑکی کا نکاح نہیں ہو سکتا۔

[4]: ایک لڑکے اور لڑکی نے ایک ہی عورت کا دودھ پیا تو ان کا آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا؛ چاہے دونوں نے ایک وقت میں پیا ہو یا یکے بعد دیگرے پیا ہو۔ جیسے ایک نے کئی سال پہلے پیا اور دوسرے نے کئی سال بعد۔

[5]: اپنے حقیقی بھائی کی دودھ شریک بہن سے نکاح جائز ہے۔ مثلاً خالد اور ماجد دو بھائی ہیں۔ ماجد نے زینب کے ساتھ مل کر آمنہ کا دودھ پیا۔ تو اب خالد کا نکاح زینب سے درست ہے۔

[6]: جس طرح دو سگی بہنیں کسی ایک شخص کے نکاح میں ایک وقت میں جمع نہیں ہو سکتیں اس طرح دو؛ دودھ شریک بہنیں بھی ایک ہی وقت میں کسی ایک مرد کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔

[7]: ایسی خاتون جس کو دودھ نہیں آتا اگر اس نے اپنا پستان کسی بچے کے منہ میں دے دیا تو اس سے رضاعت کا حکم ثابت نہیں ہو گا۔

[8]: ایسی خاتون جس کو حیض نہ آتا ہو اگر وہ کسی بچے کے منہ میں پستان دے اور اس سے پانی جیسی کوئی چیز نکلے جو دودھ جیسی نہ ہو تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہ ہو گی۔

[9]: کسی خاتون نے اگر اپنا دودھ برتن میں نکال کر بچے کو پلایا تو اس سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

[10: اگر خاتون نے اپنا دودھ نکال کر دوائی، بکری یا گائے کے دودھ میں ملا کر بچے کو پلا دیا تو اس صورت میں یہ تفصیل ہے:

☼ خاتون کا دودھ دیگر چیزوں پر غالب ہو، یعنی مقدار میں زیادہ ہو تو حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

☼ خاتون کا دودھ اور دوسری چیز مقدار میں برابر ہوں تو حرمتِ رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

☼ خاتون کا دودھ مقدار میں کم اور دوسری چیز زیادہ ہو تو حرمتِ رضاعت ثابت نہ ہو گی۔

[11]: اگر کسی کنواری لڑکی کے پستان میں دودھ آجائے اور وہ کسی بچے کو پلا دیا جائے تو اس سے بھی رشتہ رضاعت ثابت ہو جائے گا۔

[12]: خاتون سو رہی ہو، اس کی بے خبری میں کوئی شیر خوار بچہ اس کا دودھ پی لے تو بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

[13]: مُردہ خاتون کا دودھ اگر کسی بچے کو پلا دیا جائے تو اس سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

[14]: اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر کسی اور کے بچے کو دودھ پلانا مکروہ ہے۔ ہاں اگر بچہ بھوک سے تڑپ رہا ہو اور بلا اجازت پلا دیا تو اَب مکروہ نہیں۔

[15]: رضاعت کے ثبوت کے لیے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے۔ اگر ایک مرد نے گواہی دی یا ایک عورت نے گواہی دی یا کئی عورتوں نے گواہی دی تو بھی رضاعت ثابت نہیں ہو گی۔

[16]: رضاعت کی گواہی صرف ایک مرد نے دی یا ایک عورت نے یا چند عورتوں نے دی تو رضاعت ثابت نہیں ہوتی لیکن اگر ان کی بات دل کو لگتی ہو کہ یہ سچ کہہ رہے ہوں گے تو ایسی صورت میں احتیاط یہ ہے کہ ان دونوں کا آپس میں نکاح نہیں کرنا چاہیے کیونکہ آئندہ زندگی شک وشبہ میں پڑنے سے بہتر ہے کہ ابھی سے احتراز کیا جائے۔ تاہم اگر کسی نے ایسی صورتحال میں بھی نکاح کر لیا تو نکاح درست ہو جائے گا۔

[17]: حرمتِ رضاعت کے ثبوت کے لیے بچے کا خاتون کے دودھ کی کوئی مخصوص مقدار پینا شرط نہیں ہے جیسے بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ بچہ اگر پانچ چھ گھونٹ پیے گا تب حرمت ثابت ہو گی، اس سے کم پیے گا تو نہیں ہو گی۔ واضح رہے کہ شرعی طور پر ایسی کوئی بات نہیں۔ چنانچہ اگر بچے نے ایک دو گھونٹ بھی پی لیے تب بھی حرمتِ رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

[18]: کسی شخص نے اپنی بیوی کا دودھ پی لیا تو اس سے بیوی حرام نہیں ہوتی لیکن ایسا کرنا گناہ اور ناجائز ہے۔ شوہر پر توبہ اور استغفار لازم ہے۔

اَللّٰھُمَّ تَرَحَّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰی إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰھُمَّ تَحَنَّنْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَحَنَّنْتَ عَلٰی إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا سَلَّمْتَ عَلٰی إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

باب سوم: طلاق کے احکام و مسائل

[1]: طلاق کی مشروعیت کی حکمت اور ضرورت

[2]: طلاق کا معنی اور اقسام

[3]: رخصتی سے پہلے طلاق دینے کا بیان

[4]: رخصتی کے بعد طلاق دینے کا بیان

[5]: طلاقِ معلق کا بیان

[6]: بیماری کی حالت میں طلاق دینے کا بیان

[7]: خلع کا بیان

[8]: فسخِ نکاح کا بیان

[9]: ظہار کا بیان

[10]: ایلاء کا بیان

[11]: لعان کا بیان

[12]: ان امور کا بیان جن سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے

[13]: ان امور کا بیان جن سے نکاح نہیں ٹوٹتا

[14]: عدت کا بیان

[15]: ثبوتِ نسب

[16]: بچہ کی پرورش کا حق

طلاق کی مشروعیت کی حکمت اور ضرورت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا (٣٤) وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ یُّرِیْدَاۤ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا (٣٥) ﴾

سورۃ النساء: 34، 35

ترجمہ: مرد؛ خواتین کے محافظ و منتظم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس لیے بھی کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ چنانچہ نیک عورتیں فرماں بردار ہوتی ہیں اور مردوں کی عدم موجودگی میں اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں [اپنی عزت و ناموس کی] حفاظت کرتی ہیں۔ اور تمہیں جن عورتوں کی سرکشی کا اندیشہ ہو تو انہیں زبانی سمجھاؤ، نہ سمجھیں تو ان کے ساتھ رات گزارنا ترک کر دو، پھر بھی باز نہ آئیں تو انہیں [ہلکا سا] مار سکتے ہو۔ اگر وہ تمہارا کہا مان لیں تو پھر انہیں تنگ کرنے کا بہانہ؛ نہ ڈھونڈو۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب سے بلند تر، سب سے بڑا ہے۔ اور اگر تمہیں میاں بیوی میں جھگڑے کا ڈر ہو تو ایک منصف مرد کے خاندان سے اور ایک منصف عورت کے خاندان سے مقرر کر دو، اگر وہ اصلاح کرانا چاہیں تو اللہ تعالیٰ میاں بیوی میں اتفاق پیدا کر دے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے، سب باتوں سے باخبر ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللهِ تَعَالَى الطَّلَاقُ.

سنن ابی داؤد: رقم الحدیث 2178

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز "طلاق" ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ فِي غَيْرِ مَا بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ.

سنن ابن ماجۃ: رقم الحدیث 2055

ترجمہ: جو عورت بغیر کسی وجہ کے اپنے شوہر سے طلاق مانگے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہو گی۔

نکاح اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ شوہر اور بیوی دونوں کو اس عظیم نعمت کی قدر کرنی چاہیے۔ خوشگوار زندگی اور نکاح کے مقاصد کے حصول کے لیے شوہر و بیوی میں سے ہر ایک کو دوسرے کے حقوق معلوم کرنا اور ان حقوق کو ادا کرنا بہت ضروری ہے۔ اسی سے ازدواجی زندگی میں سکون اور اطمینان پیدا ہوتا ہے۔

اگر خدانخواستہ شوہر اور بیوی میں اختلاف رونما ہو اور شوہر دیکھے کہ اسی کا قصور ہے تو اسے بلا تاخیر اپنی اصلاح کر لینی چاہیے اور بیوی کے حقوق ادا کرنے چاہییں اور اگر قصور بیوی کا ہو تو اللہ تعالیٰ نے اصلاح کے تین درجات بیان فرمائے ہیں:

پہلا درجہ: شوہر نرمی، محبت اور ہمدردی سے بیوی کو سمجھائے، شوہر کی اطاعت پر جو وعدے ہیں وہ بتائے اور نافرمانی پر جو وعیدیں ہیں وہ سنائے، معصوم بچوں کا انجام سمجھائے۔ اگر اس کوشش سے معاملہ سدھر جائے تو بہت خوب ورنہ دوسرا درجہ اختیار کرے۔

دوسرا درجہ: اپنا بستر اس سے علیحدہ کر لے۔ ممکن ہے کہ یہ ظاہری دوری تعلق کے پختہ ہونے کا سبب بن جائے اور عورت اپنی اصلاح کر لے۔ لیکن یہ ترک صرف بستر کی حد تک ہو مکان کی جدائی نہ ہو۔ عورت کو مکان میں تنہا نہ چھوڑے۔ اگر عورت اس شریفانہ سزا و تنبیہ سے بھی متاثر ہو کر اپنی اصلاح کر لے تو بہت اچھا ورنہ خاوند تیسرا درجہ اختیار کرے۔

تیسرا درجہ: خاوند کو اجازت ہے کہ بیوی کو معمولی طور پر سزا دے جس سے اس کے بدن پر نشان نہ پڑے اور زخم وغیرہ نہ آئے۔ چہرے پر ہرگز نہ مارے۔ اس سزا کی گنجائش تو ہے مگر شریف مرد اسے اختیار نہیں کرتے۔

اگر ان تین تدبیروں سے بھی کام نہ چلے اور آپس کا اختلاف ختم نہ ہو تو اب قرآنی ہدایت یہ ہے کہ مرد اور عورت کے خاندان میں سے ایک ایک فرد معاملہ فہم، سمجھدار اور تجربہ کار مقرر ہو اور وہ دونوں افراد میاں بیوی میں

اصلاح اور بھلائی کی نیت سے اخلاص کے ساتھ طرف داری کے جذبہ سے خالی ہو کر صلح کرانے کی کوشش کریں۔ جس کی غلطی ثابت ہو اس کو اپنی غلطی کے اعتراف اور اس کی اصلاح کی تاکید کریں۔ بہت ممکن ہے کہ اصلاح کی شکل نکل آئے اور دونوں کا گھر آباد ہو جائے۔

اگر ثالث حد درجہ کوشش کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچیں کہ دونوں کا نباہ مشکل ہے، دونوں میں رنجش اس درجہ بڑھ گئی ہے کہ حقوق زوجین پامال ہو رہے ہیں اور نبھاؤ کی کوئی شکل نظر نہ آتی ہو تو ایسی صورت میں دونوں کو نکاح پر برقرار رکھنا اور جبر کر کے نبھاہ کے لیے آمادہ کرنا غیر مناسب اقدام ہو گا۔ ایسی صورت حال میں شوہر کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ بیوی کو طلاق دے دے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ شریعت کی نظر میں طلاق بالکل بھی پسندیدہ فعل نہیں کیونکہ اس سے دو افراد بلکہ خاندانوں کے ٹوٹنے کے ساتھ ساتھ بعض اوقات اولاد کے سر سے سایہ چھن جانے کا بھی احتمال ہوتا ہے۔ اس لیے بلاوجہ طلاق کا مطالبہ کرنے والی عورت کے لیے شدید وعید سنائی گئی ہے کہ اس پر جنت کی خوشبو تک حرام ہے۔ البتہ طلاق کو مشروع قرار دینے کی حکمت یہ ہے کہ اس کے بغیر خاوند بیوی کی زندگی اجیرن ہو جائے گی۔ بجائے اس کے کہ وہ دونوں ایک ہی چھت کے تلے لڑتے لڑتے ایک دوسرے کے بارے میں کوئی سنگین اقدام اٹھائیں بہتر یہ ہے کہ انہیں خوش اسلوبی سے جدا کر دیا جائے۔ یہ حکمت و مصلحت؛ طلاق کی مشروعیت و ضرورت سمجھنے کے لیے کافی ہے۔

چونکہ طلاق کا خانگی زندگی میں ایک خاص اثر ہے اس لیے اس کے مسائل اور احکام سے واقفیت بھی ضروری ہے۔

> أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللهِ تَعَالَى الطَّلَاقُ. (سنن ابی داؤد: رقم الحدیث 2178)
>
> اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز "طلاق" ہے۔

طلاق کا معنی اور اقسام

طلاق کا لغوی معنی ہے: ترک کرنا، چھوڑ دینا۔

طلاق کا اصطلاحی معنی ہے: مخصوص الفاظ کے ذریعے خاوند اور بیوی کے درمیان پائے جانے والے تعلق کو ختم کرنا اور بیوی کو نکاح کے بندھن سے آزاد کرنا۔

طلاق کی اقسام:

مختلف اعتبار سے طلاق کو مختلف انواع واقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔

1: طلاق دینے کے اعتبار سے تقسیم

2: وقوعِ طلاق کے اعتبار سے تقسیم

3: الفاظِ طلاق کے اعتبار سے تقسیم

ہر ایک کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

[1]: طلاق دینے کے اعتبار سے تقسیم

طلاق دینے کے اعتبار سے طلاق کی تین اقسام ہیں:

1: طلاق احسن (بہت اچھا طریقہ)

طلاق دینے کی سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ جب عورت اپنی ماہواری کے ایام گزار کر پاکی کی حالت میں ہو تو ان ایام میں خاوند ایک طلاق دے دے اور تین ماہواری مکمل عدت گزرنے تک مزید طلاق نہ دے۔ اس میں یہ شرط بھی ہے کہ خاوند عدت گزرنے تک پاکی کے مکمل دورانیے میں صحبت سے باز رہے۔ اس طریقے سے جب طلاق دی جائے تو عدت مکمل ہوتے ہی نکاح ختم ہو جائے گا۔ اب مزید طلاق دینے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

2: طلاق حسن (اچھا طریقہ)

طلاق دینے کا یہ طریقہ بھی جائز ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ عورت کو پاکی کے زمانہ میں ایک طلاق دے، اس کے بعد جب عورت ماہواری سے پاک ہو جائے تو دوسری طلاق دے، اس کے بعد جب ماہواری سے پاک

ہو جائے تو تیسری طلاق دے۔ یعنی پاکی کے کل تین زمانوں میں ایک ایک کر کے تین طلاقیں دی جائیں۔ اس میں بھی یہ شرط ہے کہ پاکی کے اس مکمل دورانیے میں خاوند صحبت نہ کرے۔

3: طلاق بدعت (ناجائز و غلط طریقہ)

طلاق دینے کا یہ طریقہ شرعاً ناجائز اور حرام ہے۔ اس طریقہ سے طلاق دینے والا گناہ گار ہو گا مگر اس کے باوجود طلاق واقع ہو جائے گی۔ چنانچہ طلاق دینے کے مذکورہ دونوں طریقوں (احسن اور حسن) کو چھوڑ کر کسی بھی طریقہ کو اختیار کیا جائے تو اس طرح طلاق دینا بدعت اور ناجائز ہو گا۔ اس کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں مثلاً:

- ☼ تینوں طلاقیں ایک ہی جملہ میں دے دے یعنی یوں کہے "تجھے تین طلاق"
- ☼ ایک ہی مجلس میں الگ الگ لفظ سے تین طلاق دے جیسے "تجھے طلاق، تجھے طلاق، تجھے طلاق"
- ☼ عورت کے مخصوص ایام میں طلاق دے
- ☼ عورت کی پاکی کے ایسے زمانہ میں طلاق دے جس میں صحبت کر چکا ہو۔

فائدہ: طلاق احسن کی صورت میں عدت مکمل ہونے کے بعد میاں بیوی دوبارہ ساتھ رہنا چاہیں تو باہمی رضامندی سے عقدِ جدید کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ یعنی دو گواہوں کی موجودگی میں نئے مہر کے ساتھ ایجاب و قبول کر لیں تو دوبارہ نکاح ہو جائے گا۔ البتہ طلاقِ حسن میں اور طلاق بدعت (کی ان صورتوں میں جن میں تین طلاقیں واقع ہو چکی ہوں) میں عدت گزرنے کے بعد باہمی رضامندی سے بھی دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔ اب خاوند کے حق میں عورت شرعی حلالہ کے بعد ہی حلال ہو سکتی ہے، اس سے پہلے نہیں۔ حلالہ شرعی کی وضاحت آگے آ رہی ہے۔

[2]: وقوعِ طلاق کے اعتبار سے تقسیم

وقوع کے اعتبار سے طلاق کی تین اقسام ہیں:

1: طلاق رجعی

وہ طلاق ہے جس میں عدت کے دوران رجوع ممکن ہو۔ مثلاً خاوند اپنی بیوی کو ایک یا دو بار یوں کہے: میں نے تجھے طلاق دی یا تجھے طلاق ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس طلاق سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔ عدت کے اندر اگر خاوند

رجوع کرلے تو دوبارہ میاں بیوی کی طرح رہنا جائز ہے۔اگر خاوند نے رجوع نہ کیا تو عدت گزرتے ہی نکاح ختم ہو جائے گا۔

2:طلاق بائن

وہ طلاق ہے جس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور رجوع کرنے کی گنجائش نہیں رہتی البتہ دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔مثلاً خاوند اپنی بیوی کو یوں کہے:تو مجھ سے بائن[جدا]ہے۔یا طلاق کے الفاظ کے ساتھ کوئی صفت شامل کردے جیسے یوں کہے: تمہیں لمبی چوڑی طلاق ہے، تمہیں سخت طلاق ہے۔اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور میاں بیوی کا ایک ساتھ رہنا حرام ہو جاتا ہے۔اگر دوبارہ رہنا چاہیں بھی تو باہمی رضامندی سے نیا نکاح کرنا ضروری ہوتا ہے۔

3:طلاق مغلّظہ

جب طلاق کا عدد تین تک پہنچ جائے تو اسے طلاق مغلظہ کہتے ہیں۔مغلظہ کا مطلب ہے:"نہایت سخت"۔اس طلاق میں رجوع کی گنجائش بھی نہیں ہوتی اور حلالہ شرعی کے بغیر عورت پہلے خاوند کے لیے حلال بھی نہیں ہوتی۔طلاق مغلّظہ کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔مثلاً،ایک لفظ سے تین طلاقیں دینا،یا ایک مجلس میں تین طلاقیں دینا یا خاوند پہلے دو طلاقیں دے چکا تھا اب تیسری طلاق دے دی تو یہ سب طلاقِ مغلظہ شمار ہوں گی۔تین طلاق اکٹھی دینا اگرچہ گناہ ہے لیکن طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

وقوعِ طلاق کے اعتبار سے چند مسائل:

(1): اگر خاوند نے بیوی کو ایک یا دو طلاق رجعی دی ہو تو عدت گزرنے سے پہلے پہلے اسے رجوع کرنے کا اختیار ہے؛چاہے بیوی راضی ہو یا نہ ہو۔رجوع کرنے سے وہ دوبارہ میاں بیوی کی طرح رہ سکتے ہیں۔رجوع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ خاوند زبان سے بیوی کو کہے:"میں نے تم سے رجوع کیا" یا زبان سے کچھ نہ کہے بلکہ ہمبستری کرلے یا شہوت سے اس کا بوسہ لے لے یا شہوت سے اسے ہاتھ لگالے تو ان صورتوں میں رجوع ہو جائے گا۔

(2): رجوع کے وقت دو چار افراد کو گواہ بنالینا بہتر ہے تاکہ اگر بعد میں کوئی اختلاف پیدا ہو تو یہ لوگ رجوع ہو

جانے کی گواہی دے سکیں۔ اگر کسی کو گواہ بنائے بغیر بھی رجوع کیا تب بھی درست ہے۔

(3): طلاق رجعی میں رجوع نہیں کیا اور عدت گزر گئی تو اب نکاح ٹوٹ جائے گا۔ اگر دونوں راضی ہوں تو دوبارہ نکاح کر کے گھر آباد ہو سکتا ہے۔

(4): طلاقِ بائن میں عدت کے دوران عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح نہیں کر سکتی۔ ہاں اگر اسی شوہر سے نکاح کرنا چاہے تو عدت میں بھی ہو سکتا ہے اور عدت کے بعد بھی۔

(5): ایسی عورت جس کا صرف نکاح ہوا ہو لیکن ابھی رخصتی نہ ہوئی ہو اور نہ ہی خلوتِ صحیحہ ہوئی ہو تو اسے ایک طلاق دیتے ہی نکاح ٹوٹ جائے گا اور یہ عورت بائن ہو جائے گی۔ اگر اس کے بعد شوہر نے دوسری یا تیسری طلاق دے دی تو وہ واقع نہیں ہو گی۔

(6): تین طلاق سے بیوی مغلظاً (انتہائی سخت) حرام ہو جاتی ہے۔ اب دونوں کا ایک ساتھ رہنا جائز نہیں ہوتا۔ یہ عورت عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے، اس پہلے خاوند کے ساتھ حلالہ شرعی کے بغیر نہیں رہ سکتی۔

(7): خاوند نے تین طلاقیں ایک لفظ سے دی ہوں جیسے "تجھے تین طلاق" یا الگ الگ الفاظ سے دی ہوں جیسے "طلاق، طلاق، طلاق"، ایک مجلس میں دی ہوں یا مختلف مجالس میں، سب کا ایک ہی حکم ہے کہ تینوں واقع ہو جائیں گی اور یہ عورت حلالہ شرعی کے بغیر پہلے خاوند کے لیے حلال نہ ہو گی۔

(8): خاوند نے ایک عرصہ پہلے ایک طلاق دی تھی، پھر رجوع ہو گیا تھا۔ اب جا کر اس نے بقیہ دو طلاقیں بھی دے دی ہوں تو پہلی ایک اور موجودہ دو مل کر تین ہو جائیں گی۔ مطلب یہ ہے کہ پہلے سے دی ہوئی طلاقیں بھی شمار ہوں گی اِلّا یہ کہ طلاق کے بعد اگر اس عورت کا کسی دوسری جگہ نکاح ہوا اور دوسرے خاوند نے ہمبستری کی اور طلاق دے دی یا فوت ہو گیا اور عدت گزار کر یہ عورت پہلے خاوند سے نکاح کرے تو اب خاوند کی پہلے سے دی ہوئی طلاقیں مجموعی طلاقوں میں شمار نہ ہوں گی چاہے ایک دی تھی یا دو دی تھیں یا تین دی تھیں۔

فائدہ نمبر 1: بعض لوگ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین کے بجائے ایک شمار کرتے ہیں، ان کا یہ عمل قرآن کریم، احادیثِ مبارکہ اور اجماعِ امت سے مطابقت نہیں رکھتا۔ یہ لوگ سخت غلطی پر ہیں۔ اس لیے اگر کوئی شخص

تین طلاق دینے کے باوجود بیوی کو اپنے ساتھ رکھتا ہے تو ایسا شخص بدکاری کا مرتکب ہے۔ اسے سمجھایا بجھایا جائے۔ اگر باز نہ آئے تو اس سے تعلقات نہ رکھے جائیں بلکہ علیحدگی اختیار کی جائے۔

تین طلاق کے تین ہونے پر بندہ کی مرتب کردہ فائل "مسئلہ تین طلاق" ملاحظہ فرمائیں۔

فائدہ نمبر2: تین طلاق کے بعد عورت اپنے خاوند پر حرام ہو جاتی ہے۔ اب دوبارہ حلال ہونے کی صحیح صورت یہ ہے کہ وہ عورت اس خاوند کی عدت گزار کر کسی اور مرد سے نکاح کرے۔ وہ دوسرا خاوند اس سے صحبت کرے، صحبت کرنے کے بعد از خود اسے چھوڑ دے یا فوت ہو جائے۔ اب وہ عورت اس کی عدت مکمل کرے تو یہ عدت گزرتے ہی پہلے خاوند کے حق میں حلال ہو جائے گی۔ اسے "حلالہ شرعی" کہتے ہیں۔ حلالہ شرعی میں دوسرے خاوند کا صحبت کرنا ضروری ہے، خلوتِ صحیحہ کافی نہیں۔ ہاں البتہ انزال کرنا شرط نہیں۔ اگر دوسرے خاوند نے محض نکاح کر کے صحبت کیے بغیر طلاق دے دی تو یہ عورت پہلے خاوند کے حق میں حلال نہ ہو گی۔

فائدہ نمبر3:

دوسرے خاوند سے نکاح کرتے وقت اگر یہ شرط لگا دی گئی کہ وہ صحبت کرنے کے بعد چھوڑ دے گا تو اس شرط و اقرار کا کوئی اعتبار نہیں۔ اب اس کی مرضی ہے کہ چھوڑے یا ساتھ رکھے یا جب جی چاہے چھوڑے۔ یاد رہے کہ اس طرح مشروط طریقے سے نکاح کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ یہ "حلالہ غیر شرعی" ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے طریقہ سے نکاح کرنے والوں پہ لعنت فرمائی ہے لیکن اس مشروط نکاح کے باوجود دوسرے خاوند نے صحبت کر کے طلاق دے دی یا فوت ہو گیا تو عدت کے بعد پہلے خاوند کے لیے یہ عورت بہر حال حلال ہو جائے گی۔

[3]: الفاظِ طلاق کے اعتبار سے تقسیم

الفاظ کے لحاظ سے طلاق کی دو قسمیں ہیں: طلاق صریح اور طلاق کنایہ

1: طلاق صریح

طلاق کا لفظ استعمال کر کے طلاق دی جائے۔ یعنی ایسے واضح اور صاف الفاظ میں طلاق دی جائے جس میں طلاق کے علاوہ کوئی اور معنی مراد لینا ممکن نہ ہو۔ جیسے یوں کہے: "میں نے اپنی بیوی کو طلاق دی" یا بیوی سے کہے: "تجھے طلاق ہے۔"

2: طلاق کِنایہ

طلاق کا لفظ ذکر کیے بغیر ایسے الفاظ سے طلاق دی جائے جو اَصلاً تو طلاق کے لیے نہ ہوں لیکن ان سے طلاق مراد لینا بھی ممکن ہو اور طلاق کے علاوہ کوئی دوسرا مفہوم بھی نکل سکتا ہو۔ مثلاً: خاوند کہے چل دور ہو جا، میرے گھر سے نکل جا، یہاں سے چلی جا، تیرے ساتھ میرا کوئی واسطہ تعلق نہیں، تو مجھ سے الگ ہے، میں نے تجھے جدا کر دیا۔ اس طرح کے الفاظ میں طلاق کا معنی بھی مراد لیا جاسکتا ہے اور غیر طلاق کا بھی۔

فائدہ نمبر 1: کنایہ الفاظ کی تعریف میں "طلاق" اور "غیر طلاق" کا مفہوم

کنایہ لفظ میں طلاق کا احتمال ہونے سے مراد یہ ہے کہ کنایہ لفظ میں صرف "جواب" کا معنی پایا جائے اور غیر طلاق کا احتمال ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس میں "جواب" کے معنی کے ساتھ ساتھ "سب وشتم" [گالم گلوچ] یا "رد" کے معنی کا بھی احتمال ہو۔

یہاں مختصر جان لیں (تفصیل آگے آئے گی) کہ الفاظ کنایہ کی تین قسمیں ہیں:

۱: بعض الفاظ صرف "جواب" بننے کا احتمال رکھتے ہیں یعنی خاوند جب یہ الفاظ بولے تو ان سے صرف یہ سمجھا جاسکتا ہو کہ اس نے بیوی کے طلاق کے مطالبہ کو قبول کرتے ہوئے اسے طلاق دے دی ہے۔

۲: بعض الفاظ "جواب" کے ساتھ ساتھ "سَبّ وشتم" کے معنی کا احتمال بھی رکھتے ہیں یعنی خاوند کے ان الفاظ سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ خاوند طلاق نہیں دے رہا بلکہ بیوی کی توہین و تذلیل کرتے ہوئے گالم گلوچ کر رہا ہے۔

۳: بعض الفاظ "جواب" کے ساتھ ساتھ "رد" کے معنی کا احتمال بھی رکھتے ہیں یعنی خاوند کے ان الفاظ سے یہ بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ خاوند نے بیوی کے مطالبۂ طلاق کو "رد" کر دیا ہے۔

تو جب یہ کہا جائے کہ کنایہ الفاظ میں "غیر طلاق" کا احتمال بھی ہے تو اس سے ہر اُس معنی کا اثبات نہیں جو طلاق کے علاوہ ہو بلکہ اس سے خاص "سب وشتم" یا "رد" ہی مراد ہوتا ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ صریح وہ لفظ ہے جو صرف طلاق کے لیے استعمال ہو رہا ہو جیسے: "میں نے تمہیں طلاق دی" اور کنایہ وہ لفظ ہے جو صرف "جواب" کا احتمال رکھے یا "جواب" کے ساتھ ساتھ "سب وشتم" کا یا "رد" کا احتمال بھی رکھے۔ لہٰذا جو لفظ نہ صریح ہو نہ ان تین معنوں میں سے کسی ایک معنی کا احتمال رکھتا ہو تو وہ طلاق کا لفظ ہی شمار نہیں ہوگا اگرچہ خاوند اسے طلاق کی

نیت سے ہی کیوں نہ استعمال کرے۔ ایسا لفظ استعمال کرنے سے طلاق واقع نہیں ہو گی۔ مثلاً خاوند بیوی سے کہے: مجھے تمہاری ضرورت نہیں۔ طلاق کی نیت سے یہ الفاظ کہنے سے بھی طلاق واقع نہیں ہو گی۔

فائدہ نمبر 2: کنایہ الفاظ کی اقسام

کنایہ الفاظ کی تین اقسام ہیں:

(1): وہ الفاظ جو صرف "جواب" بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ جواب بننے کا معنی یہ ہے کہ ان سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ خاوند نے ان الفاظ کے ذریعے بیوی کا مطالبۂ طلاق قبول کیا ہے اور اسے طلاق دے دی ہے۔ مثلاً "میں نے تجھے جدا کر دیا"۔ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ میں نے تجھے اپنے کام کاج سے الگ کر دیا ہے، تو یہ طلاق نہیں ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ میں نے تجھے طلاق دے کر الگ کر دیا ہے۔ تو یہ طلاق ہو گی۔ اسی طرح "تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے" میں یہ بھی احتمال ہے کہ تو اپنے معاملات میں خود مختار ہے، تو یہ طلاق نہیں ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ میں نے تجھے طلاق دے دی ہے، اب تیرے معاملات جانیں اور تو جان، تو یہ طلاق ہے۔

(2): وہ الفاظ جو "جواب" کے ساتھ ساتھ "رد" کا احتمال بھی رکھتے ہوں، سب و شتم کا احتمال نہ رکھتے ہوں۔ یعنی ان میں یہ بھی احتمال ہو کہ خاوند نے بیوی کا مطالبۂ طلاق قبول کرتے ہوئے اسے طلاق دے دی ہے اور یہ بھی احتمال ہو کہ اس کے مطالبۂ طلاق کو رد کر دیا ہے۔ مثلاً "چلی جا" کے الفاظ اور "اپنے چہرے پر نقاب ڈال لو" کے الفاظ اس قسم سے تعلق رکھتے ہیں۔ پہلی مثال "چلی جا" میں یہ بھی احتمال ہے کہ میں نے تمہیں طلاق دے دی ہے اس لیے اب یہاں سے چلی جاؤ، یہ طلاق ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ طلاق کو چھوڑو اور جا کر کوئی اور کام کرو!، تو یہ طلاق نہیں ہے۔ اسی طرح دوسری مثال "اپنے چہرے پر نقاب ڈال لو" میں یہ بھی احتمال ہے کہ میں نے تمہیں طلاق دے دی ہے اس لیے اب مجھ سے نقاب کر لو، تو یہ طلاق ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ تم نقاب کر لو تاکہ تمہیں کوئی نہ دیکھے، یہ طلاق نہیں ہے۔

تو گھر سے نکل جا، تو اٹھ کھڑی ہو، تو میرے سامنے سے ہٹ جا کے الفاظ اسی قسم سے تعلق رکھتے ہیں۔

(3): وہ الفاظ جو "جواب" کے ساتھ ساتھ "سب و شتم" کا احتمال بھی رکھتے ہوں، "رد" کا احتمال نہ رکھتے ہوں یعنی ان میں یہ بھی احتمال ہو کہ خاوند نے بیوی کا مطالبۂ طلاق قبول کرتے ہوئے اسے طلاق دے دی ہے اور یہ بھی احتمال

ہو کہ ان الفاظ سے بیوی کی توہین و تحقیر کر رہا ہے۔ مثلاً "تو خالی ہے"، "تو الگ تھلگ ہے"۔ ان میں یہ بھی احتمال ہے کہ تو نکاح سے خالی ہے، تو یہ طلاق ہے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ تو کمالات سے خالی ہے، سراپا ننگ و عار ہے، تو یہ طلاق نہیں ہے۔ یہی حکم "تو مجھ پر حرام ہے" اور "تو کسی کام کی نہیں" کا ہے۔

کنایہ الفاظ میں جب طلاق دینے یا نہ دینے کے دونوں احتمال پائے جاتے ہیں تو ترجیح کس احتمال کو دی جائے اس کے لیے خود شوہر کے بیان کی ضرورت پڑتی ہے کہ وہ اپنی نیت کا اظہار کرے یا موقع پر موجود حالات و شواہد سے شوہر کی نیت کی تعیین ہو سکتی ہے۔ موقع پر موجود قرائن و شواہد کو "دلالتِ حال" کہتے ہیں۔

فائدہ نمبر 3: کنایہ الفاظ سے طلاق کا وقوع اور عدمِ وقوع

کنایہ الفاظ کی تین اقسام کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ طلاق دینے والے شخص کی تین حالتیں ہو سکتی ہیں:

1: اعتدال کی حالت: کنایہ الفاظ ادا کرتے وقت انسان نہ غصہ میں ہو اور نہ ہی بیوی یا کسی دوسرے شخص کی طرف سے طلاق کا مطالبہ ہو۔

2: غصہ کی حالت: کنایہ الفاظ ادا کرتے وقت انسان غصہ میں ہو۔

3: مذاکرہ طلاق کی حالت: کنایہ الفاظ ادا کرتے وقت طلاق کا تذکرہ چل رہا ہو۔ مثلاً خاوند طلاق کی دھمکی دے رہا ہو یا بیوی طلاق کا مطالبہ کر رہی ہو یا وہاں موجود کوئی اور شخص طلاق دینے پر اصرار کر رہا ہو۔

کنایہ الفاظ کی اقسام اور انسان کی تین حالتوں کا آپس میں موازنہ کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ طلاق واقع ہوئی ہے یا نہیں؟ آسانی کے لیے درج ذیل جَدوَل سے مدد لی جا سکتی ہے۔

قسم / حالت	رد اور جواب	سب و شتم اور جواب	صرف جواب
اعتدال	وقوعِ طلاق میں نیت لازم ہے	وقوعِ طلاق میں نیت لازم ہے	وقوعِ طلاق میں نیت لازم ہے
غصہ	وقوعِ طلاق میں نیت لازم ہے	وقوعِ طلاق میں نیت لازم ہے	بلا نیت طلاق واقع ہو جاتی ہے
مذاکرۂ طلاق	وقوعِ طلاق میں نیت لازم ہے	بلا نیت طلاق واقع ہو جاتی ہے	بلا نیت طلاق واقع ہو جاتی ہے

فائدہ نمبر 4: بعض کنایہ الفاظ کا بیان جن سے بلانیت طلاق واقع ہو جاتی ہے

کنایہ الفاظ کا عمومی حکم تو اوپر بیان ہو چکا لیکن بعض کنایہ الفاظ ایسے ہیں جو ہمارے عرف اور معاشرے میں طلاق کے لیے استعمال ہونے لگے ہیں۔ اس لیے ان سے بلانیت طلاق واقع ہو جائے گی۔ تفصیل یہ ہے:

☼ ”تو آزاد ہے“ اور ”میں نے تمہیں چھوڑ دیا“ کے الفاظ سے بلانیت طلاق رجعی واقع ہوتی ہے بشرطیکہ کلام کے سیاق وسباق میں اس لفظ سے طلاق کے علاوہ کوئی اور معنی مراد ہونے کا کوئی قرینہ موجود نہ ہو۔

☼ ”میں نے تمہیں فارغ کیا“ اور ”تو مجھ پر حرام ہے“ کے الفاظ سے بلانیت طلاق بائن واقع ہوتی ہے بشرطیکہ کلام کے سیاق وسباق میں اس لفظ سے طلاق کے علاوہ کوئی اور معنی مراد ہونے کا کوئی قرینہ موجود نہ ہو۔

الفاظِ طلاق کے اعتبار سے چند مسائل:

1: طلاق صریح میں نیت کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اس سے بغیر نیت کے طلاق واقع ہو جاتی ہے؛ خواہ غصہ میں دی جائے یا ہنسی خوشی کی حالت میں، سنجیدہ طور پر دی جائے یا مذاق میں ہر صورت میں واقع ہو جاتی ہے۔

2: طلاقِ صریح میں ایک یا دو طلاق کی صورت میں طلاق رجعی واقع ہوتی ہے، تین یا تیسری طلاق دینے پر طلاق مغلّظ بن جاتی ہے۔

3: طلاقِ صریح کے بعد طلاقِ صریح اور طلاقِ بائن واقع ہو جاتی ہیں بشرطیکہ عورت عدت میں ہو۔

4: طلاقِ بائن کے بعد طلاقِ صریح بھی لاحق ہو جاتی ہے بشرطیکہ عورت عدت میں ہو۔

5: طلاقِ بائن کے بعد طلاقِ بائن لاحق نہیں ہوتی چاہے عورت عدت میں ہی کیوں نہ ہو۔

طلاق کے چند عمومی مسائل:

1: طلاق صرف شوہر ہی دے سکتا ہے اس کے علاوہ کسی اور کو دینے کا اختیار نہیں ہے، اگر شوہر نے طلاق دینے والا اپنا یہ اختیار کسی اور کو سونپا ہو کہ میری طرف سے تم طلاق دے دو تب وہ بھی دے سکتا ہے۔ اسی طرح اگر خاوند بیوی سے یہ کہے کہ میری طرف سے تم خود کو طلاق دے دو، بیوی نے یہ اختیار استعمال کرتے ہوئے اپنے اوپر طلاق واقع کر لی تو بھی طلاق ہو جائے گی۔

2: اگر خاوند پر زبردستی کی گئی جس کے اثر سے اس نے زبانی طلاق دے دی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ ہاں اگر زبردستی اور ڈرانے دھمکانے کی صورت میں زبان سے طلاق کے الفاظ نہ کہے ہوں بلکہ صرف تحریر کیا ہو یا دستخط کیے ہوں تو طلاق نہ ہو گی۔

3: نیند کی حالت میں اگر طلاق کے الفاظ منہ سے نکل گئے، مثلاً کہا: تجھے طلاق ہے یا میری بیوی کو طلاق ہے، تو طلاق نہ ہو گی۔

4: نابالغ اور پاگل انسان طلاق دے تو واقع نہ ہو گی۔

5: طلاق واقع ہونے کے لئے گواہوں کا ہونا ضروری نہیں۔ اسی طرح بیوی کا طلاق کے الفاظ سننا بھی لازم نہیں۔

6: خاوند اگر طلاق کے الفاظ زبان سے اتنی آواز سے کہے کہ خود سن لے - کوئی اور سنے یا نہ سنے - یا طلاق کے الفاظ لکھ لے، غصے میں ہو یا خوشی میں، مذاق میں ہو یا سنجیدہ طور پر، ہر حال میں طلاق واقع ہو جائے گی۔ ہاں البتہ اگر طلاق کے الفاظ کا صرف دل میں خیال آیا ہو یعنی ان الفاظ کو نہ تو زبان سے ادا کیا ہو نہ ہی تحریر کیا ہو تو صرف خیال آنے سے طلاق نہیں ہو گی۔

7: ٹیلی فون پر طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بیوی کو طلاق کا میسج لکھ دیا تو بھی طلاق ہو جائے گی اگرچہ بیوی تک میسج پہنچنے کے بعد یا اس سے پہلے ہی ڈیلیٹ کر دے۔

8: حرام نشہ، شراب، چرس، بھنگ، افیون کی حالت میں طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، البتہ اگر کوئی بے ہوش کر دینے والی چیز کسی نے غلطی سے یا جبراً پی لی اور اس نشہ کے اثر سے طلاق دے دی تو واقع نہیں ہو گی۔

9: اگر کسی خاوند نے یہ کہا: دل چاہتا ہے کہ تجھے طلاق دے دوں یا طلاق کے الفاظ ادا کرتے ہی فوراً "ان شاء اللہ" کہہ دیا تو طلاق نہ ہو گی۔

10: طلاق کے واقع ہونے میں بیوی کا رضامند ہونا ضروری نہیں، عورت رضامند نہ بھی ہو تب بھی خاوند کے طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جائے گی۔

11: اگر کوئی آدمی اپنی بیوی یا کسی اور کے جواب میں کہے: "میں طلاق دے دوں گا، کاغذ بھجوا دوں گا" تو ان

الفاظ سے طلاق نہ ہو گی۔

12: اگر کسی سے لاعلمی میں طلاق نامہ پر دستخط کرا لیے گئے تو طلاق نہ ہو گی۔ہاں اگر اس نے خود طلاق نامہ لکھا ہو، یا اس کی اجازت سے کسی اور نے لکھا ہو یا اجازت کے بغیر لکھا ہو مگر اسے بتلا دیا گیا ہو، پھر اس نے رضامندی سے دستخط کر دیے ہوں تو طلاق ہو جائے گی۔

13: کسی کو مسئلہ سمجھاتے ہوئے مثال دے کر یوں کہا: جا تجھے طلاق ہے، میں تجھے طلاق دیتا ہوں، اس سے طلاق نہ ہو گی۔

14: تصور اور خیالات میں اپنی بیوی کا نام لے کر یا اس کا تصور کر کے زبان سے طلاق دی تو ہو جائے گی، اگر نام لیے بغیر اور بیوی کا تصور کیے بغیر ویسے ہی طلاق طلاق کے الفاظ کہہ دیے تو طلاق نہ ہو گی۔

15: خاوند کو صرف تین طلاق دینے کا اختیار ہے اس سے زیادہ کا نہیں۔اگر کسی نے تین سے زیادہ طلاقیں دے دیں تو تین ہی واقع ہوں گی، باقی سب لغو ہو جائیں گی۔

16: خالی کاغذ پر شوہر سے دستخط کرا لیے گئے، بعد میں اس پر طلاق کی تحریر لکھی گئی تو اس سے طلاق واقع نہ ہو گی بشرطیکہ اس میں شوہر کی رضامندی شامل نہ ہو اور نہ ہی یہ تحریر شوہر کے ایماء پر لکھی گئی ہو۔

17: ایسی چیز پر طلاق کے الفاظ لکھنا جس پر تحریر کا وجود قائم نہ رہ پاتا ہو۔ جیسے پانی پر لکھنا یا خلا میں انگلی کے اشارہ سے لکھنا یا بغیر روشنائی کے محض انگلی سے دیوار یا کاغذ پر لکھنا تو ان سب صورتوں میں طلاق واقع نہ ہو گی بشرطیکہ اس حالت میں زبان کے ساتھ طلاق کے الفاظ نہ نکالے ہوں۔

أَبْغَضُ الْحَلَالِ إِلَى اللهِ تَعَالَى الطَّلَاقُ. (سنن ابی داوٗد: رقم الحدیث 2178)

اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز "طلاق" ہے۔

مشق نمبر 2

مختصر جواب دیجیے:

1: کفو کا معنی بیان کرتے ہوئے یہ بتائیں کہ نکاح کرتے وقت کتنی چیزوں میں برابری دیکھی جاتی ہے؟

2: مال میں برابری کا کیا معنی ہے؟

3: منگنی کے موقع پر جو غیر شرعی رسمیں کی جاتی ہیں ان کا جائزہ لیتے ہوئے بتائیں کہ منگنی کی حقیقت کیا ہے؟

4: رخصتی کے موقع پر بیٹی کو تحائف دیتے وقت کن چیزوں کا خیال رکھنا چاہیے؟

5: نفقہ اور سکنی کا معنی بیان کرتے ہوئے بتائیں کہ اگر عورت بیمار ہو جائے تو اس کی بیماری کے اخراجات خاوند کے ذمہ ہوں گے یا خود اس عورت کے ذمہ؟

6: کیا اپنے بیٹے کی رضاعی بہن سے نکاح کرنا درست ہے؟ اگر ہاں تو اس کی وجہ کیا ہے؟

7: حقیقی بھائی کی دودھ شریک بہن سے نکاح کا کیا حکم ہے؟

8: اگر ایک عورت نے اپنا دودھ نکال کر دوائی میں ملا کر بچے کو پلا دیا تو اس صورت میں رضاعت کا کیا حکم ہے؟

9: رضاعت کے ثبوت کے لیے کتنے افراد کی گواہی کی ضرورت ہوتی ہے؟

10: طلاق دینے کے اعتبار سے طلاق کی کتنی اقسام ہیں؟ ہر قسم کی تعریف بھی بیان کریں۔

11: طلاق کے باب میں صریح اور کنایہ الفاظ کی تعریف کریں۔

12: خاوند کے الفاظ ”میں تمہیں طلاق دے دوں گا“ سے طلاق واقع ہو گی یا نہیں؟

صحیح جواب کا انتخاب کیجیے:

1: کفو کا معنی ہے:

برابر، مساوی　　بالاتر　　کم تر

2: برابری کا اعتبار اتنی چیزوں میں کیا جائے گا:

چار چیزوں میں　　پانچ چیزوں میں　　آٹھ چیزوں میں

3: نفقہ و سکنٰی سے مراد ہیں:

روٹی، کپڑا، مکان   سالن، پانی، توجہ   کپڑے، چکی، جوتا

4: عورت خواہ کتنی ہی مال دار کیوں نہ ہو اس کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ:

سنت ہے   مستحب ہے   واجب ہے

5: نان ونفقہ میں مالی حیثیت کو ملحوظ رکھا جائے گا:

بیوی کی   خاوند کی   خاوند اور بیوی دونوں کی

6: رضاعت کا مطلب ہے بچے کو:

دودھ پلانا   غسل دینا   گھٹی دینا

7: رضاعت کی مدت ہے:

دو سال   چار سال   چھ سال

8 برتن میں دودھ نکال کر پلانے سے رضاعت ثابت:

نہیں ہوتی   ہو جاتی ہے   دو سال بعد ہو گی

9: طلاق کا معنی ہے:

چھوڑ دینا   قید کرنا   نظر انداز کرنا

10: عورت کو اس کے مخصوص ایام میں طلاق دینا:

طلاق احسن ہے   طلاق حسن ہے   طلاق بدعت ہے

11: طلاق بائن میں نکاح:

نہیں ٹوٹتا   ٹوٹ جاتا ہے   خاوند کی مرضی پر موقوف ہے

12: الفاظ کے اعتبار سے طلاق کی دو اقسام ہیں:

صریح اور کنایہ   حقیقت اور مجاز   خاص اور عام

خالی جگہ پر کیجیے:

1: رضاعت ثابت ہونے کے لیے.............یا.............کی گواہی ضروری ہے۔

2: اگر بچے نے.............کے ایک دو گھونٹ بھی پی لیے تب بھی رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

3: رضاعت کی مدت.............سال ہے۔

4: تین طلاق کے بعد عورت اپنے خاوند پر.............ہو جاتی ہے۔

5: کنایہ الفاظ میں "جواب" کا مفہوم یہ ہے کہ مرد نے عورت کے مطالبہ طلاق کو.............کر لیا ہے۔

6: "استخارہ" کا مطلب ہے: اللہ تعالیٰ سے اپنے کام میں.............طلب کرنا۔

7: جب طلاق کا عدد تین تک پہنچ جائے تو اسے.............کہتے ہیں۔

8: اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز.............ہے۔

9: جو عورت بغیر کسی وجہ کے اپنے شوہر سے طلاق مانگے تو اس پر جنت کی خوشبو.............ہو گی۔

10: نکاح کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ نکاح کی تقریب.............میں منعقد کی جائے۔

11: نکاح کی مجلس میں نکاح ہو جانے کے بعد حاضرینِ مجلس میں.............لٹانا مسنون و مستحب ہے۔

12: سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں.............سب سے کم ہو۔

غلط اور درست کی نشاندہی کیجیے:

1: ایسا شخص جو دیوانہ و پاگل ہو وہ ایسی عورت کی برابری کا سمجھا جائے گا جو زیرک اور سمجھدار ہو۔

2: رضاعت کے ثبوت کے لیے صرف عورت کی گواہی معتبر ہے۔

3: مردہ خاتون کا دودھ پلانے سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔

4: کنواری لڑکی کے پستان میں دودھ آ جائے اور وہ کسی بچے کو پلا دیا جائے تو اس سے بھی رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

5: سوئی ہوئی خاتون کا دودھ کوئی شیر خوار بچہ پی لے تو رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

6: رضاعت کے ثبوت کے لیے بچے کا خاتون کے دودھ کی مخصوص مقدار پینا شرط ہے یعنی پانچ گھونٹ۔

7: رشتے کے انتخاب کے وقت صرف حسنِ صورت کو بنیاد بنانا چاہیے۔

8: ولیمہ کا افضل درجہ یہ ہے کہ رخصتی سے پہلے کیا جائے۔

9: اگر گھریلو جھگڑوں میں قصور بیوی کا ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اصلاح کے چھ درجات بیان فرمائے ہیں۔

10: طلاق احسن کی صورت میں عدت مکمل ہونے کے بعد میاں بیوی دوبارہ ساتھ رہنا چاہیں تو باہمی رضامندی سے عقدِ جدید کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔

11: طلاقِ بائن میں عدت کے دوران عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔

12: حلالہ شرعی میں دوسرے خاوند کا صحبت کرنا ضروری نہیں، بس خلوتِ صحیحہ کافی ہے۔

اَللّٰھُمَّ تَرَحَّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰی إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰھُمَّ تَحَنَّنْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَحَنَّنْتَ عَلٰی إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا سَلَّمْتَ عَلٰی إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

رخصتی سے پہلے طلاق دینے کا بیان

”رخصتی سے پہلے طلاق“ کا مطلب یہ ہے کہ عورت کا صرف نکاح ہوا ہو، دستور کے موافق رخصتی نہ ہوئی ہو یا رخصتی بھی ہو گئی ہو مگر ابھی تک کسی حسی یا شرعی یا طبعی رکاوٹ کے بغیر خلوت اور تنہائی کا اس قدر موقع نہ ملا ہو کہ جس میں وہ ہمبستری کرنا چاہتے تو کر سکتے۔ ایسی صورت میں اگر خاوند طلاق دے تو واقع ہو جاتی ہے۔

موانع ثلاثہ:

اوپر ذکر کردہ تین موانع کی وضاحت یہ ہے:

- ☼ حسی مانع جیسے خاوند اور بیوی دونوں یا ان میں سے کوئی ایک ایسا بیمار ہو کہ ہمبستری کرنا اس کے لیے مضر ہو۔
- ☼ طبعی مانع جیسے عورت حیض و نفاس میں ہو۔
- ☼ شرعی مانع جیسے خاوند اور بیوی دونوں یا ان میں سے کوئی ایک احرام کی حالت میں ہو۔

چند مسائل:

(1): رخصتی سے پہلے عورت کو اگر طلاق کے صریح لفظ کے ساتھ یا کنایہ الفاظ کے ساتھ طلاق دی جائے تو اس سے طلاق بائن ہی واقع ہوتی ہے۔ مثلاً خاوند نے ایک بار کہا: ”تجھے طلاق ہے“ یا یوں کہا: ”تو مجھ پر حرام ہے“ تو ان الفاظ سے ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔

(2): لفظِ طلاق کو تین مرتبہ الگ الگ کر کے کہا کہ ”تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے“ تو پہلی طلاق ہی سے نکاح ختم ہو جائے گا۔ اس صورت میں دوسری اور تیسری طلاق واقع نہ ہو گی۔

(3): اگر خاوند دو یا تین طلاقوں کو ایک ہی عدد کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے یوں کہے: ”تجھے دو طلاقیں“ یا یوں کہے کہ ”تجھے تین طلاق“۔ اب اس صورت میں جتنی طلاقیں دے دی ہیں سب واقع ہوں گی۔

(4): رخصتی سے قبل جس خاتون کو طلاق دی گئی ہو اس پر عدت نہیں ہوتی۔ وہ طلاق کے بعد فوراً دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے اور جن صورتوں میں اسے ایک یا دو طلاقیں واقع ہوتی ہیں ان میں اسی خاوند کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔

رخصتی کے بعد طلاق دینے کا بیان

"رخصتی کے بعد طلاق" کا مطلب یہ ہے کہ خاوند نے صحبت کی ہو یا صحبت تو نہ کی ہو لیکن تنہائی کے ایسے لمحات ان دونوں کو مل چکے ہوں جن میں کوئی حسی یا طبعی یا شرعی عذر بھی موجود نہیں تھا اور اس دورانیے میں وہ اگر صحبت کرنا چاہتے تو کر سکتے تھے۔

چند مسائل:

(1): اگر رخصتی ہو گئی اور خلوت صحیحہ بھی میسر ہو گئی (یعنی حسی، طبعی یا شرعی مانع موجود نہیں تھا) لیکن خاوند نے صحبت کا یہ موقع میسر ہونے کے باوجود صحبت نہ کی ہو اور طلاق دے دی ہو تو یہ طلاق بائن شمار ہو گی۔ پہلے خاوند کے ساتھ عدت کے اندر اور عدت کے بعد دوبارہ نکاح کیا جا سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس نے تین طلاقیں ایک ساتھ نہ دی ہوں۔ اگر عورت دوسرے مرد کے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو عدت کے بعد ہی جائز ہو گا۔

(2): اگر رخصتی کے بعد صحبت بھی ہو گئی اور اس کے بعد خاوند نے صاف لفظوں میں ایک یا دو طلاقیں دی ہوں تو یہ طلاق رجعی تصور ہو گی۔ اس صورت میں عدت شروع ہو جائے گی اور خاوند کو عدت کے اندر رجوع کا حق حاصل ہو گا۔ عدت گزرنے کے بعد رجوع کا حق تو ختم ہو جائے گا البتہ اس مرد و عورت کی باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

(3): اگر صحبت کے بعد خاوند نے کنایہ الفاظ میں طلاق دی ہو تو یہ طلاق بائن شمار ہو گی۔ اس سے نکاح ختم ہو جائے گا۔ اب اگر خاوند اور بیوی رضامند ہوں تو عدّت کے اندر بھی نکاح کر سکتے ہیں اور عدت کے بعد بھی۔ ہاں اگر یہ عورت کسی اور مرد سے نکاح کرنا چاہے تو عدت کے اندر نکاح کرنا جائز نہیں بلکہ عدت گزرنے کے بعد جائز ہو گا۔

(4): خلوتِ صحیحہ بعض مسائل میں جماع کے قائم مقام ہوتی ہے اور بعض میں نہیں۔ تفصیل درج ذیل ہے:

- ان مسائل میں جماع کے قائم مقام ہوتی ہے:

1: مہر کے لازم ہونے میں

جس طرح ہمبستری کے بعد مہر کے احکام ہوتے ہیں خلوت صحیحہ کے بعد بھی مہر کے وہی احکام ہوں گے۔

تفصیل "مہر کا بیان" کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

2: نسب کے ثبوت میں

خلوتِ صحیحہ کے بعد خاوند نے بیوی کو طلاق دے دی تو اگر اس عورت کے ہاں بچے کی پیدائش نکاح کے وقت سے چھ مہینے بعد ہوئی ہو تو اس کا نسب طلاق دینے والے شخص سے ثابت ہو جائے گا اور اگر یہ بچہ نکاح کے چھ مہینے پورا ہونے سے پہلے پیدا ہو جائے تو اس صورت میں اس بچہ کا نسب اس مذکورہ شخص سے ثابت نہیں ہو گا۔

3: عدت کے واجب ہونے میں

خلوتِ صحیحہ کے بعد خاوند نے بیوی کو طلاق دے دی تو اس پر عدت واجب ہو گی۔

4: نفقہ اور سکنٰی کے واجب ہونے میں

خلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق ہو جانے کی صورت میں عدت کے دوران خاتون کو مرد کی طرف سے نفقہ اور سکنٰی ملے گا۔

5: منکوحہ کی بہن سے نکاح کے حرام ہونے کے مسئلہ میں

خلوتِ صحیحہ ہو جائے تو طلاق کے بعد منکوحہ کی بہن سے اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتا جب تک اس مطلقہ کی عدت نہ گزر جائے۔ اگر خلوت صحیحہ نہ ہوتی تو طلاق کے فوراً بعد اس مطلقہ کی بہن سے نکاح جائز ہوتا۔

6: چار کی موجودگی میں پانچویں عورت سے نکاح حرام ہونے میں

مرد کے لیے صرف چار عورتوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنے کی اجازت ہے۔ چار سے زائد مزید ایک عورت بھی نکاح میں لانے کی اجازت نہیں ہے۔ البتہ اگر ان چار عورتوں میں سے کسی ایک کو طلاق دے دے اور اس کی عدت بھی گزر جائے یا کوئی ایک انتقال کر جائے تو اب یہ شخص پانچویں عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔

تو اگر یہ شخص چوتھا نکاح بھی کر لے اور خلوتِ صحیحہ بھی ہو جائے تو یوں سمجھیں کہ جماع ہو چکا ہے۔ اب اگر خاوند نے اس عورت کو طلاق دے دی تو جب تک اس عورت کی عدت نہ گزر جائے یہ شخص مزید عورت سے نکاح نہیں کر سکتا۔

7: عورت کے حق میں طلاق کے وقت کی رعایت کے بارے میں

ایسی عورت جس سے ہمبستری ہو چکی ہو اسے طلاق دینی ہو تو ایسے طہر میں دی جائے جس میں جماع نہ کیا ہو ورنہ طلاق بدعت بن جائے گی۔ چنانچہ اس عورت کو حالتِ حیض میں طلاق دینا بدعت ہو گا۔ بالکل اسی طرح ایسی عورت جس سے خلوتِ صیحہ ہو چکی ہو اسے بھی طلاق دینی ہو تو عدت کی رعایت رکھتے ہوئے (تاکہ عدت بڑھ نہ جائے) طہر میں طلاق دی جائے۔ اگر اسے بھی حیض میں طلاق دی گئی تو یہ طلاق بدعت ہو گی۔

8: خلوت کے بعد عدت میں دوسری طلاق کے واقع ہونے میں

خاوند اگر خلوت صیحہ کی عدت میں دوسری طلاق دے دے تو وہ بھی واقع ہو جائے گی۔

- ان مسائل میں جماع کے قائم مقام نہیں ہوتی:

1: غسل کے واجب ہونے میں

خلوتِ صیحہ کے بعد مرد اور عورت پر غسل واجب نہیں ہوتا۔

2: زنا میں محصن ہونے کے لیے

زنا کی سزا "رجم" اس وقت دی جاتی ہے جب زانی محصَن ہو اور محصن ہونے کے لیے نکاحِ صحیح کے ساتھ جماع شرط ہے۔ لہٰذا محض خلوتِ صیحہ کے بعد ان میاں بیوی کو محصن نہ کہیں گے۔ چنانچہ اگر - خدانخواستہ - ان میں سے کسی سے بھی زنا سرزد ہوا تو اس کی سزا رجم نہیں ہو گی بلکہ کوڑے ہو گی۔

3: منکوحہ کی بیٹیوں سے نکاح حرام ہونے میں

ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا اور جماع بھی کر لیا۔ بعد میں اسے طلاق دے دی تو اب اس عورت کی (سابق شوہر سے ہونے والی) بیٹی سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ ہاں اگر اس نے صرف نکاح کیا تھا، ابھی جماع نہیں کیا تھا کہ طلاق دے دی تو اب اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے۔

اسی طرح اگر نکاح کے بعد جماع نہیں ہوا، صرف خلوتِ صیحہ ہوئی اور اس کے بعد طلاق ہوئی تو اس کی بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے کیونکہ اس مسئلہ میں خلوتِ صیحہ ؛ جماع کے قائم مقام نہیں ہے۔

نوٹ: اگر خاوند نے خلوتِ صیحہ کے دوران اس عورت کو شہوت سے چھو لیا یا فرجِ داخل (شرم گاہ کا اندرونی حصہ) کو دیکھ لیا تو حرمتِ مصاہرت ثابت ہو جائے گی۔ اب یہ شخص اس عورت کو طلاق دینے کے بعد اس کی بیٹی سے

نکاح نہیں کر سکتا۔

4: تین طلاق کے بعد پہلے شوہر کے لیے حلال ہونے میں

حلالہ شرعی میں جماع شرط ہے، خلوتِ صحیحہ کافی نہیں۔

5: طلاق دینے کے بعد اس سے زبانی رجوع کے بارے میں

جماع کے بعد بیوی کو طلاق دی ہو تو رجوع کرنے کے لیے زبانی کہہ دینا کافی ہوتا ہے کہ "میں نے تم سے رجوع کیا" لیکن خلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق دی تو اب اتنا کہہ دینے سے رجوع نہ ہو گا بلکہ اب دوبارہ نکاح کرنا لازم ہو گا۔

6: میراث میں حق دار ہونے کے بارے میں

ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا، پھر جماع بھی کیا۔ بعد میں اس عورت کو طلاق دے دی۔ یہ عورت عدت گزار رہی تھی کہ دورانِ عدت اس کا خاوند فوت ہو گیا۔ تو اب یہ عورت اس کی میراث سے حصہ لینے کی حقدار ہو گی، لیکن اگر کسی عورت کو خلوتِ صحیحہ کے بعد طلاق ہوئی اور وہ عدت گزارنے لگی۔ دورانِ عدت خاوند فوت ہو گیا تو اب اس عورت کو خاوند کی میراث سے حصہ نہیں ملے گا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ ۣ النَّبِيِّ وَأَزْوَاجِهِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَأَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

طلاق معلّق کا بیان

خاوند اگر اپنی بیوی کی طلاق کو کسی شرط کے ساتھ جوڑ دے، مثلاً: "اگر فلاں کام کیا تو طلاق"....... "اگر فلاں سے بات کی تو تجھے طلاق"....... "اگر فلاں کے گھر گئی تو تجھے طلاق" ایسی صورت کا حکم یہ ہے کہ جیسے ہی وہ شرط پائی جائے گی تو جتنی طلاقوں کو شرط کے ساتھ جوڑا ہو گا سب واقع ہو جائیں گی۔ طلاق رجعی، طلاق بائن، طلاق مغلّظہ؛ ان میں سے ہر ایک کو شرط کے ساتھ معلّق کیا جا سکتا ہے۔

چند مسائل:

(1): کسی نے غیر محرم عورت سے کہا: "اگر تجھ سے نکاح کروں تو طلاق" تو جیسے ہی اس سے نکاح کرے گا ایک طلاق بائن پڑ جائے گی۔ ایک بار طلاق واقع ہونے کے بعد دوبارہ اسی سے نکاح کر لیا تو اب طلاق نہیں پڑے گی۔

(2): ایک شخص نے کسی عورت سے کہا: "جب بھی تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق" تو یہ شخص جب بھی اس عورت سے نکاح کرے گا ہر دفعہ طلاق واقع ہوتی رہے گی۔ اگر یہ عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے پھر اس سے طلاق ملنے یا اس کی وفات کے بعد دوبارہ اسی مرد سے نکاح کرنا چاہے تب بھی نکاح کرتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی۔ یعنی اب یہ شخص اس عورت سے کبھی بھی نکاح نہیں کر سکتا۔

فائدہ: اس عورت سے نکاح کی صورت یہ بنائی جا سکتی ہے کہ لڑکے کی اجازت کے بغیر کوئی اجنبی شخص شرعی گواہوں کی موجودگی میں اس کا نکاح اسی عورت سے کروا دے۔ پھر اس لڑکے کو جب اس نکاح کی خبر پہنچے تو وہ اپنی زبان سے اجازت نہ دے بلکہ تحریری طور پر نکاح کی اجازت دے دے یا عملی طور پر مہر کی کچھ رقم یا مکمل مہر بیوی کی طرف بھیج دے۔ اس طرح سے نکاح منعقد ہو جائے گا۔ اس طرح مزید کوئی طلاق واقع نہیں ہو گی۔ اس صورت کو "نکاحِ فضولی" کہتے ہیں۔

(3): ایک شخص نے کسی عورت سے کہا: "جس دن تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق" پھر اس نے رات کے وقت اس عورت سے نکاح کر لیا تو اس صورت میں بھی طلاق واقع ہو جائے گی کیوں کہ ہمارے عرف اور عام بول چال میں اس جملے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ "جس وقت تجھ سے نکاح کروں تو تجھے طلاق"۔

(4): کسی نے اپنی بیوی سے کہا: "اگر تو روزہ رکھے تو تجھے طلاق" تو روزہ رکھتے ہی طلاق واقع ہو جائے گی۔ البتہ اگر خاوند نے یہ صراحت کی ہو کہ "اگر تو نے ایک روزہ رکھا یا پورا دن روزہ رکھا تو تجھے طلاق" تو اس صورت میں روزہ مکمل ہوتے ہی طلاق پڑ جائے گی۔ اگر اس عورت نے غروبِ آفتاب سے پہلے روزہ توڑ دیا تو طلاق واقع نہ ہو گی۔

(5): اپنی بیوی سے کہا: "اگر تجھے حیض آئے تو تجھے طلاق" اس کے بعد عورت کو خون جاری ہوا تو خون کے آتے ہی طلاق واقع نہ ہو گی بلکہ حیض کی کم از کم مدت چونکہ تین دن تین رات ہے اس لیے اتنی مدت تک انتظار کیا جائے گا۔ اگر تین دن تین رات سے پہلے خون بند ہو گیا تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ حیض کا نہیں بلکہ استحاضہ ہے، اس لیے طلاق واقع نہ ہو گی اور اگر وہ خون تین دن تین رات تک آتا رہا تو معلوم ہو جائے گا یہ حیض کا خون ہے۔ اس لیے اب طلاق واقع ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔ طلاق کا وقوع حیض کا خون جاری ہونے کے وقت سے سمجھا جائے گا اور عدت بھی اسی وقت سے شمار کی جائے گی لیکن اگر خاوند نے اس طرح کہا کہ "جب تجھے ایک حیض یا پورا حیض آئے تو تجھے طلاق" تو اس صورت میں حیض کے ختم ہونے پر طلاق پڑے گی۔

(6): اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کی تین طلاق کو کسی ایسے فعل پر معلق کیا جو اس کے لیے ناگزیر اور ضروری ہو مثلاً اس نے اپنی بیوی سے کہا: "اگر تو اپنے والدین کے گھر گئی تو تجھے تین طلاق" اب والدین کے گھر جانا ضروری بھی ہو تو اب تین طلاقوں کے وقوع سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو ایک طلاق بائن دے دے اور یہ عورت اس طلاق کی عدت گزار لے۔ عدت گزرنے سے یہ عورت اس شخص کے نکاح سے نکل جائے گی۔ اب عدت گزرنے کے بعد یہ عورت اپنے والدین کے گھر چلی جائے۔ اس سے مرد کی تعلیق مکمل ہو جائے گی اور کوئی طلاق بھی نہیں پڑے گی کیوں کہ عورت اس شرط کے پائے جانے کے وقت اس شخص (سابق خاوند) کے نکاح میں نہیں ہے۔ اب اس کے بعد دوبارہ نکاح کر لیا جائے۔ یوں مرد کے پاس دو طلاقوں کا اختیار بھی باقی رہے گا اور عورت پر اپنے والدین کے گھر جانے کی صورت میں اب کوئی طلاق واقع نہ ہو گی۔

(7): اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا: "اگر میں نے تم سے ہمبستری کی تو تجھے طلاق ہے" تو خاوند جب اس سے ہمبستری کرے گا تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔ اس کے بعد اگر خاوند چاہے تو عدت میں بیوی سے رجوع کر سکتا ہے۔ رجوع کرنے سے ان کی میاں بیوی والی حیثیت بر قرار رہے گی۔

نوٹ: یہ حکم اس صورت میں ہے جب خاوند نے تین طلاق کی بات نہ کی ہو۔ اگر اس نے ہمبستری کی شرط کو تین طلاق پر معلق کیا ہے تو اس صورت میں مذکورہ حکم نہیں ہے، اس صورت کا حکم مسئلہ نمبر 8 اور نمبر 9 میں آ رہا ہے۔

(8): اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے کہا: "اگر میں نے تم سے ہمبستری کی تو تجھے تین طلاق ہیں" اس صورت میں اگر خاوند اپنی بیوی سے ہمبستری کرے گا تو اس کی بیوی پر تینوں طلاقیں پڑ جائیں گی اور وہ عورت اپنے خاوند پر مغلظاً حرام ہو جائے گی۔ اس کے بعد دونوں کا ایک ساتھ رہنا جائز نہیں ہو گا۔

(9): اپنی بیوی سے کہا: "اگر میں نے تم سے ہمبستری کی تو تجھے تین طلاق ہیں" پھر خاوند اپنی بیوی سے ہمبستری نہیں کرتا اور اسی دوران چار مہینے گزر جائیں تو ایلاء ہو جائے گا (ایلاء کے احکام آگے آ رہے ہیں) جس کے نتیجے میں اس عورت پر ایک طلاق بائن پڑ جائے گی۔ یہ عورت عدت گزار کر کسی دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو کر سکے گی، اور اگر اسی شوہر سے دوبارہ نکاح کرنا چاہے تو عدت کے اندر اور عدت کے بعد کر سکے گی۔ نکاح ہو جانے کی صورت میں خاوند کے پاس صرف دو طلاق کا اختیار ہو گا۔ اب اگر وہ بیوی سے ہمبستری کرے تو یہ طلاقیں بھی واقع ہو جائیں گی (اور بیوی اپنے خاوند پر مغلظاً حرام ہو جائے گی) اور اگر خاوند نے اب بھی ہم بستری نہ کی اور اسی دوران چار مہینے گزر گئے تو ایلاء ہو جائے گا جس کے نتیجے میں اس عورت پر ایک طلاق بائن پڑ جائے گی (جو پہلی ایک کے ساتھ مل کر مجموعۃً دو شمار ہوں گی)۔ پھر مذکورہ صورت کو اختیار کرنے سے (یعنی اسی خاوند سے نکاح کرنے سے) ہمبستری یا ایلاء سے تیسری طلاق بھی پڑ جائے گی اور بیوی اپنے شوہر پر مغلظاً حرام ہو جائے گی۔

(10): اگر خاوند نے اپنی بیوی کی طلاق کو کسی شرط کے ساتھ معلق کیا تو اسے واپس نہیں لے سکتا اِلّا یہ کہ اسے اپنی مرضی کے ساتھ معلق کیا ہو۔ مثلاً یہ کہا کہ "اگر تو میری اجازت کے بغیر اپنی والدہ سے ملنے گئی تو تجھے طلاق ہے" اب اگر یہ تعلیق واپس لینا چاہے تو بیوی کو صراحتاً اجازت دے دے کہ "میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ اپنی والدہ سے جا کر مل لو" اب اگر عورت جا کر والدہ سے ملے گی تو اسے کوئی طلاق واقع نہ ہو گی۔

بیماری کی حالت میں طلاق دینے کا بیان

بعض مرتبہ کوئی شخص کسی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے اور بیوی سے تعلقات کشیدہ ہوتے ہیں اور اسے اندیشہ ہوتا ہے کہ میں اس بیماری میں مر گیا تو میری بیوی کو میراث میں سے حصہ ملے گا۔ اس اندیشہ کے پیش نظر بیوی کو حق میراث سے محروم کرنے کے لیے خاوند بیماری کی حالت میں طلاق دے کر نکاح ختم کر دیتا ہے۔ شریعت مطہرہ نے خاوند کے غلط مقاصد کی روک تھام اور عورت کے اس حق کے تحفظ کے لیے واضح ہدایات دی ہیں اور بتایا ہے کہ کس صورت میں طلاق ہونے کے باوجود عورت کو میراث میں سے حصہ ملے گا، اور کون کون سی صورتوں میں عورت میراث کی حق دار نہ ہوگی۔

چند مسائل:

1: خاوند نے بیماری کی حالت میں طلاق دی، عورت کی عدت کے دوران اسی بیماری میں فوت ہو گیا تو شوہر کے مال میں سے عورت اپنے شرعی حصہ کی حق دار ہوگی۔ اس خاتون کو خواہ طلاق رجعی دی گئی ہو، بائن دی گئی ہو یا مغلّظہ، سب کا یہی حکم ہے۔ ہاں اگر عدت ختم ہونے کے بعد خاوند فوت ہوا تو اب یہ عورت میراث کی حق دار نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر خاوند نے جس بیماری میں طلاق دی تھی اس سے شفایاب ہو گیا، پھر عدت کے اندر یا دوبارہ بیمار ہو کر اس میں فوت ہو گیا تو اب بھی وہ عورت میراث سے محروم ہوگی۔

2: خاوند بیمار ہوا، بیوی نے خود ہی طلاق مانگی، اس کے مطالبے پر خاوند نے طلاق بائن یا مغلظہ دے دی تو اب بھی عورت میراث کی حق دار نہ ہوگی خواہ خاوند عدت کے اندر فوت ہو جائے یا عدت کے بعد، دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ اگر خاوند نے اس صورت میں طلاق رجعی دی ہو تو عدت کے اندر انتقال کرنے کی صورت میں عورت کو میراث میں سے حصہ ملے گا، عدت کے بعد فوت ہو تو نہیں ملے گا۔

3: اگر خاوند بیماری کی حالت میں بیوی کی طلاق کو کسی ایسے کام کے ساتھ مشروط کر دے جس کا کرنا نہ کرنا عورت کے اختیار میں ہو، مثلاً: خاوند نے کہا: ”اگر تو گھر سے باہر جائے تو تجھے طلاق بائن ہے“ پھر عورت گھر سے باہر چلی گئی اور طلاق بائن واقع ہو گئی۔ پھر عدت کے دوران خاوند فوت ہوا تو اس صورت میں عورت میراث کی حق دار نہ

ہوگی کیوں کہ اس نے یہ کام اپنی مرضی سے کیا ہے جس سے طلاق واقع ہوئی ہے۔ اگر خاوند طلاق کو کسی ایسے کام کے ساتھ جوڑ دے جس کا کرنا عورت کے لیے ضروری ہو، مثلاً یوں کہے: اگر تو نے کھانا کھایا یا تو نے رمضان کا روزہ رکھا یا پنجگانہ نماز ادا کی تو تجھے طلاق بائن ہے، تو ایسی صورت میں عورت کی عدت کے اندر خاوند مر جائے تو عورت میراث کی حق دار ہوگی کیوں کہ طلاق عورت کے اختیار سے واقع نہیں ہوئی۔ اس لیے کہ کھانا اور نماز کو چھوڑنا تو انسان کے بس کی بات نہیں، کھانا جسم کے لیے ضروری ہے اور نماز روح کے لیے۔

فائدہ: مذکورہ صورتوں میں اگر خاوند نے طلاق رجعی کو اختیاری یا غیر اختیاری کاموں کے ساتھ مشروط کیا ہو تو عدت کے اندر فوت ہونے کی صورت میں عورت میراث کی حق دار ہوگی، عدت کے بعد نہیں۔

خلع کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ﴾

سورۃ البقرۃ:229

ترجمہ: چنانچہ اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ وہ دونوں (میاں بیوی) اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے اور عورت (اپنے شوہر کو) کچھ معاوضہ دے کر علیحدگی لے لے تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں۔

خلع کا لغوی معنی ہے: کسی چیز کو اتارنا۔

خلع کا اصطلاحی معنی ہے: خاوند کا بیوی سے کچھ مال وغیرہ لے کر اسے نکاح سے آزاد کرنا۔

اگر ازدواجی زندگی میں الجھاؤ کی ایسی شکل پیدا ہو جائے کہ سلجھاؤ کی کوئی صورت ممکن نہ ہو مگر اس کے باوجود خاوند طلاق نہیں دینا چاہتا اور عورت اس کے پاس رہنا نہیں چاہتی تو بیوی جان چھڑانے کے لیے اسے یہ پیشکش کرتی ہے کہ تم اتنے مال کے عوض یا مہر جو تمہارے ذمہ واجب الادا ہے اس کی معافی کے عوض میری جان چھوڑ دو یا مجھ سے خلع کر لو۔ اس کے جواب میں اگر خاوند یہ پیشکش قبول کر لے تو طے شدہ مال کے بدلے میں ایک طلاق واقع ہو جائے گی لیکن شرط یہ ہے کہ خلع کے سلسلے میں سوال اور جواب دونوں ایک ہی جگہ میں ہونے چاہییں۔ اگر سوال

ایک مجلس میں اور جواب دوسری مجلس میں ہوا تو خلع نہیں ہو گا۔ لیکن واضح رہے کہ عورت کے لیے بلا ضرورت خلع کا مطالبہ کرنا مکروہ ہے لیکن اگر ضرورت ہو تو درست ہے۔

چند مسائل:

(1) خلع سے ایک طلاقِ بائن پڑ جاتی ہے جس کی وجہ سے نکاح ٹوٹ ہو جاتا ہے۔

(2) عورت کی طرح مرد بھی خلع کر سکتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی سے کہے: اتنے مال کے عوض مجھ سے خلع کر لو، عورت نے قبول کر لیا تو خلع ہو جائے گا۔

(3) خاوند یا بیوی نے رقم کا ذکر کیے بغیر خلع کیا، دوسرے نے قبول کر لیا تو خلع ہو جائے گا۔ اب اگر مرد کے ذمہ مہر کی ادائیگی لازم تھی تو وہ معاف ہو جائے گا اور اگر عورت مہر وصول کر چکی ہو تو اب مہر کی واپسی لازمی نہیں۔ البتہ عورت عدت کے اختتام تک لباس، خوراک اور رہائش کی حق دار ہو گی۔ ہاں اگر عورت خلع میں اپنے روٹی اور کپڑے والے حقوق معاف کر دے تو اب معاف ہو جائیں گے۔

(4) اگر کوئی مرد زبردستی، مار پیٹ کر یا ڈرا دھمکا کر عورت سے خلع لے، عورت رضامند نہ ہو تو اس صورت میں بھی خلع ہو جائے گا، البتہ عورت پر مال کی ادائیگی واجب نہ ہو گی، اور اگر خاوند کے ذمہ مہر باقی ہو تو وہ بھی معاف نہ ہو گا۔

(5) بیوی نے خاوند سے کہا: تین ہزار کے بدلے تین طلاقیں دے کر میری جان چھوڑ دو۔ اب مرد جتنی طلاقیں دے گا اتنی رقم عورت پر ادا کرنا لازم ہو گی۔ ایک طلاق پر ایک ہزار روپے، دو پر دو ہزار، تین پر تین ہزار روپے عورت اپنے خاوند کو دے گی لیکن یہ یاد رہے کہ خاوند ایک طلاق دے، دو طلاقیں دے یا تین طلاقیں دے سب صورتوں میں طلاق بائن واقع ہو گی کیوں کہ طلاق؛ مال کے عوض دی گئی ہے۔

(6) بیوی نے شوہر سے کہا: مجھے طلاق دو۔ خاوند نے کہا: اس شرط پر دوں گا کہ پہلے اپنے مالی حقوق یعنی مہر وغیرہ معاف کر دو۔ بیوی نے کہا: ٹھیک ہے، معاف کر دیا۔ اس کے بعد خاوند فوراً طلاق دے یا اس مجلس میں ذرا ٹھہر کر دے تو سب معاف ہو جائے گا۔ اگر شوہر طلاق نہ دے یا دوسری مجلس میں دے تو اب کچھ بھی معاف نہ ہو گا۔

فسخِ نکاح کا بیان

شریعتِ مطہرہ نے عام حالات میں نکاح کو ختم کرنے کا مکمل اختیار خاوند کے سپرد کیا ہے، عورت خود کو طلاق نہیں دے سکتی۔ ہاں اس ایک صورت میں عورت اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے جب خاوند نے طلاق دینے کا حق اس کے حوالے کر دیا ہو، اس کے علاوہ عورت اپنے آپ کو جتنی بار مرضی طلاق دے واقع نہ ہو گی۔

البتہ بعض اسباب ایسے ہیں جو فسخ نکاح کا سبب بنتے ہیں، اگر ان میں سے کوئی بھی ایک سبب خاوند میں موجود ہو تو اس صورت میں شریعت عورت کو یہ حق دیتی ہے کہ اگر وہ چاہے تو عدالت کے ذریعے سے اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے، ایسی صورت میں اگر موجودہ (مسلمان) عدالت خاوند میں موجود اسی سبب سے متعلق تمام شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے عورت کا نکاح فسخ کر دے تو شرعاً یہ فیصلہ معتبر سمجھا جائے گا۔

فسخِ نکاح کے اسباب:

جن اسباب کی بنیاد پر عورت کو شریعت کی طرف سے فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہیں:

i- خاوند عِنّین ہو یعنی بیماری، ضعف یا کسی اور وجہ سے صحبت کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو۔

ii- خاوند مجنون ہو یعنی دیوانہ پاگل ہو۔

iii- خاوند مفقود یعنی لاپتہ ہو، حتّی الوسع تلاش کے اسباب و ذرائع استعمال کرنے کے باوجود اس کے زندہ یا مردہ ہونے کی خبر نہ ہو۔

iv- خاوند غائب غیر مفقود ہو یعنی لاپتہ تو نہ ہو مگر بیوی کو چھوڑ کر کسی اور جگہ چلا گیا ہو، نان نفقہ بھی نہ دیتا ہو، خود بھی نہ آتا ہو اور طلاق بھی نہ دیتا ہو۔

v- خاوند مُتعنّت ہو، یعنی ایسا ظالم اور خبیث الفطرت ہو کہ قدرت اور وسعت کے باوجود نان و نفقہ کا انتظام بھی نہ کرتا ہو اور طلاق بھی نہ دیتا ہو۔

vi- خاوند کی طرف سے بیوی کو شدید ضرر لاحق ہو۔ مطلب یہ کہ خاوند بیوی پر ایسا جسمانی یا ذہنی تشدد کرتا ہو جس کی وجہ سے عورت کا جینا دوبھر ہو جائے اور سکون و راحت سے جینا مشکل ہو جائے، مثلاً خاوند بیوی سے غیر

فطری طریقے سے صحبت کرتا ہو یا مار پیٹ، طعن و تشنیع کے ذریعے جسمانی و ذہنی طور پر مجروح کرتا ہو۔

فسخِ نکاح کا صحیح طریقہ:

عدالت کے ذریعے نکاح فسخ کرانے کا صحیح طریقہ اور اس سے متعلق مسائل حسبِ ذیل ہیں۔

i- عورت کسی مسلمان قاضی کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کرے، خاوند کے ساتھ اپنے نکاح کو اور جس سبب کی بنیاد پر فسخ نکاح کا مقدمہ پیش کیا ہے اس کو گواہوں کے ذریعے ثابت کرے، مثلاً: خاوند متعنت ہے اس سے تنگ آ کر بیوی فسخ نکاح کا مطالبہ کرتے وقت یوں اپنا مدّعا پیش کرے۔ "میں اتنی مدت سے فلاں کے نکاح میں ہوں، میرا خاوند وسعت اور استطاعت کے باوجود نان و نفقہ کا انتظام نہیں کرتا، اب میرے نان و نفقہ کا متبادل انتظام نہیں ہے، اس وجہ سے مجھے شدید ضرر لاحق ہے، اب میں اپنے خاوند کے نکاح میں نہیں رہنا چاہتی، لہٰذا معزز عدالت سے اپیل ہے کہ وہ مجھے اس کی زوجیت سے الگ کر دے۔"

ii- عورت کے پاس اپنے مدّعا کے ثبوت کے لیے گواہ نہ ہوں یا گواہ تو ہوں مگر کسی وجہ سے عورت پیش نہ کر سکے تو اس صورت میں اگر خاوند عدالت میں حاضر ہو تو قاضی اس سے قسم لے، اگر وہ قسم کھانے سے انکار کرے تو اب عورت کا دعویٰ درست سمجھا جائے گا، اب قاضی شوہر کو اس بات کا پابند کرے کہ وہ اپنی بیوی کے نان و نفقہ کا معقول انتظام کرے، اگر یہ نہیں کرتا تو طلاق یا خلع پر رضا مند ہو جائے، اگر خاوند ان میں سے کسی پر رضا مند ہو جائے تو عدالت اس کے مطابق فیصلہ نافذ کر دے۔ لیکن اگر خاوند اس قدر ظالم ہو کہ کسی بھی بات پر آمادہ نہ ہو اور اپنی ہٹ دھرمی پر ڈٹا رہے تو اب عدالت کوئی مہلت دے بغیر اسی وقت نکاح فسخ کر دے۔

iii- عدالت کی طرف سے بار بار نوٹس جاری کیے جانے سے باخبر ہونے کے باوجود خاوند نہ خود عدالت حاضر ہو اور نہ ہی اپنا کوئی نمائندہ بھیجے، اس صورت میں اگر بیوی کے پاس گواہ موجود ہوں تو وہ پیش کرے اور اب عدالت ان گواہوں کی شہادت کی بنیاد پر بیوی کے حق میں فسخ نکاح کا فیصلہ کر دے۔ اگر عورت گواہ پیش نہ کر سکے تو بار بار طلب کیے جانے کے باوجود خاوند یا اس کے وکیل کا عدالت میں حاضر نہ ہونا خاوند کی طرف نکول یعنی قسم سے انکار سمجھا جائے گا، اب نکول کی بنیاد پر عدالت فسخِ نکاح کا فیصلہ جاری کر دے۔

iv- فسخ نکاح کی درخواست میں خاتون ایسے سبب کو بنیاد بنائے جو شریعت میں بھی فسخ نکاح کا سبب بن سکتا ہو اور

عدالت بھی اپنے فیصلے میں اسی شرعی سبب کو بنیاد بنائے۔

v- خاتون یا عدالت میں سے کوئی ایک بھی فسخ نکاح کے لئے "خلع" کا طریقہ اختیار نہ کرے، کیوں کہ خاوند کی رضامندی کے بغیر یک طرفہ خلع شرعاً جائز نہیں ہے۔ہاں اگر عدالت کا فیصلہ ایسے سبب کی بنیاد پر ہو جو شرعاً معتبر ہو جیسے خاوند متعنت ہو مگر فیصلہ کرتے وقت فسخ کے بجائے خلع کا طریقہ یا خلع کا لفظ استعمال کیا گیا ہو تو اس صورت میں خلع کے طور پر علیحدگی کا اعتبار نہ ہوگا، کیوں کہ یہ خلع یک طرفہ واقع ہوا ہے۔البتہ حقیقت میں یہ فیصلہ چونکہ شرعی بنیاد پر ہوا ہے اس لیے شرعی بنیاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ فیصلہ شرعاً معتبر سمجھا جائے گا اور نکاح فسخ ہو جائے گا۔

vi- عدالت کا فیصلہ شرعاً معتبر ہونے کی صورت میں جس دن عدالت باقاعدہ طور پر فسخ نکاح کا فیصلہ جاری کرے گی اس تاریخ سے عورت کی عدت شروع ہوگی، عورت کی عدت تین حیض ہے، ماہواری نہ آنے کی صورت میں تین ماہ مکمل عدت گزارے، عدت کے بعد دوسری جگہ نکاح کرنے کی شرعاً اجازت ہوگی۔

یاد رہے کہ خلع سے ایک طلاقِ بائن واقع ہو جاتی ہے۔

فائدہ نمبر 1:

فسخِ نکاح کے لیے مسلمان قاضی کا فیصلہ کرنا ضروری ہے، اگر کافر قاضی فسخِ نکاح کا فیصلہ کرے گا تو مسلمان کے حق میں وہ فیصلہ نافذ نہ ہوگا۔ جن علاقوں میں قاضی شرعی موجود ہوں وہاں فسخِ نکاح کا معاملہ سہل ہے، قاضی صاحب فسخِ نکاح کے تمام تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے فیصلہ کرے گا تو شرعاً وہ فیصلہ معتبر ہوگا، اور جن علاقوں میں قاضی شرعی موجود نہ ہوں وہاں فسخِ نکاح کے حوالے سے درج ذیل تفصیل ہے:

i- قاضی شرعی تو نہ ہو مگر حکومت کی طرف سے طلاق، خلع اور فسخِ نکاح جیسے معاملات حل کرنے کے لیے ایک کمیٹی موجود ہو، جس کے ممبران مسلمان دین دار ہوں جو فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتے ہوں، اگر یہ کمیٹی شرعی قواعد کے مطابق فسخِ نکاح کا فیصلہ کر دے تو ان کا یہ فیصلہ قضائے قاضی کے قائم مقام ہو کر معتبر اور نافذ سمجھا جائے گا۔

ii- ایسا علاقہ جہاں مسلمان حاکم نہ ہو، یا مسلمان حاکم تو ہو مگر اس کی عدالت میں مقدمہ لے جانے کا قانوناً اختیار نہ ہو، یا وہ مسلمان حاکم قواعدِ شرعیہ کے مطابق فیصلہ نہ کرتا ہو تو ایسی صورت میں اہلِ علاقہ میں سے ایک دین دار

جماعت منتخب کی جائے جو کم از کم تین افراد پر مشتمل ہو، وہ جماعت حالات وواقعات کی چھان بین کر کے شرعی قواعد کے موافق فیصلہ کرے تو وہ شرعاً معتبر ہو گا، لیکن اس جماعت میں درج ذیل صفات کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) جماعت کا ہر ممبر عادل ہو، مطلب کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو، صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرتا ہو اور اگر کبھی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرتا ہو۔

(۲) ہر ممبر صاحبِ علم، معاملہ فہم اور قواعدِ شرع سے واقف ہو۔

(۳) فسخِ نکاح کا فیصلہ اتفاقِ رائے سے ہو، اگر کسی ایک ممبر کا بھی اختلاف ہوا تب وہ فیصلہ شرعاً معتبر نہ ہو گا۔ کیوں کہ اس معاملہ میں کثرتِ رائے کا اعتبار نہیں ہے۔

نوٹ: اگر کمیٹی کے تمام افراد درج بالا صفات سے متصف نہ ہوں تو کم از کم کوئی ایک تو ضرور رہو، اگر کوئی ایک بھی ایسا نہ ہوا تو اب ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ از خود فیصلہ نہ کریں بلکہ جید علماء کرام سے راہ نمائی لیں، تمام حقائق و واقعات ان کے گوش گزار کریں، ان کی روشنی میں وہ جو فتویٰ دیں یہ جماعت اس کے مطابق فیصلہ کرے۔ اگر اس جماعت نے از خود فیصلہ کیا تو شرعاً وہ نافذ نہ ہو گا۔

اسی طرح اگر بد قسمتی سے کسی جگہ فیصلہ کرنے والے بااثر افراد دین دار نہ ہوں تو یہ تدبیر اختیار کر لی جائے وہ بااثر افراد چند دین دار مسلمانوں کو اس فیصلہ کا اختیار سونپ دیں، اس طرح بااثر افراد کے اثر سے کام بھی سہولت سے ہو جائے گا اور شرعاً فیصلہ کی نسبت بھی دین دار جماعت کی طرف ہو گی۔

فائدہ نمبر2:

جس عورت کا خاوند لاپتہ ہو، ہر ممکن کوشش کے باوجود نہ ملا ہو تو وہ عورت عدالت سے رجوع کرے۔ عدالت بھی اس کو تلاش کرنے میں تمام ممکنہ آلات و ذرائع استعمال میں لائے، اگر وہ پھر بھی نہ ملے اور اس کے ملنے سے مایوسی ہو جائے تو عدالت عورت کو مزید چار سال انتظار کا حکم دے۔ اس دوران لاپتہ مل جائے تو بہتر ورنہ خاتون قاضی کے پاس دوبارہ درخواست دے، اب قاضی اس مفقود کے بارے "فوت شدہ" ہونے کا فیصلہ کر دے۔ فیصلہ نافذ ہونے کے بعد خاتون عدتِ وفات چار ماہ دس دن پوری کرے، اس کے بعد دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہو گا۔

دو صورتیں ایسی ہیں جن میں خاتون کو چار سال تک انتظار کا پابند بنائے بغیر قاضی فی الفور فسخِ نکاح کا فیصلہ کر سکتا ہے:

(۱) اگر خاتون کے لیے عزت و عصمت کو محفوظ رکھتے ہوئے چار سال تک انتظار کرنا دشوار ہو، گناہ میں ملوّث ہونے کا شدید خطرہ ہو اور خاوند کے لاپتہ ہونے سے اب تک کم از کم ایک سال کا عرصہ گزر چکا ہو تو ایسی صورت میں قاضی مزید مہلت دیے بغیر فی الفور فسخِ نکاح کا فیصلہ کر سکتا ہے۔

(۲) خاتون کے لیے عزت و عصمت کو محفوظ رکھتے ہوئے چار سال تک انتظار کرنا دشوار تو نہ ہو مگر لاپتہ شوہر کا اتنا مال موجود نہ ہو جو انتظار کے چار سالوں تک اس کی بیوی کے نان ونفقہ کے لیے کافی ہو یا مال موجود ہو مگر بیوی کے لیے اس کو حاصل کرنا ممکن نہ ہو تو ایسی صورت میں وہ عورت نان ونفقہ کے بغیر کم از کم ایک ماہ گزار چکی ہو تو قاضی مزید انتظار کی مہلت دیے بغیر فی الفور نکاح فسخ کر سکتا ہے۔ مگر یاد رہے کہ مذکورہ دونوں صورتوں میں خاتون عدتِ وفات کے بجائے عدتِ طلاق تین ماہواری (حیض نہ آنے کی صورت میں تین ماہ) گزارے گی۔

فائدہ نمبر 3:

قاضی نے لاپتہ شخص کے حق میں فوت شدہ ہونے کا فیصلہ کر دیا اور اس کے بعد وہ واپس آجائے تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ وہ لاپتہ شخص اپنی بیوی کے دوسرے نکاح سے پہلے پہلے آجائے یا دوسرا نکاح ہو جانے کے بعد مگر خلوتِ صحیحہ سے پہلے آجائے تو اس صورت میں عورت اپنے پہلے شوہر کے نکاح میں سمجھی جائے گی، لاپتہ شوہر کے واپس آنے سے دوسرا نکاح باطل ہو جائے گا۔

اگر لاپتہ شوہر اس وقت آئے جب دوسرا خاوند خلوتِ صحیحہ کر چکا ہو تو اس صورت میں فقہاء احناف رحمہم اللہ کا فتویٰ اس پر ہے کہ اب بھی عورت اپنے پہلے شوہر کے نکاح میں سمجھی جائے گی، دوسرا نکاح باطل ہو جائے گا۔ لیکن اس صورت میں پہلے شوہر کے پاس عورت پر عدتِ طلاق گزارنا لازم ہو گا، اگر عورت دوسرے شوہر سے حاملہ ہو چکی ہو تو عدت بچہ کی ولادت تک ہو گی اور عدت کے ایام میں پہلے شوہر کے لیے عورت سے نفع اٹھانا حلال نہیں ہو گا۔

فائدہ نمبر 4:

جو شخص لاپتہ تو نہ ہو مگر گھر سے غائب ہو، نہ تو بیوی کے پاس نان ونفقہ بھیجتا ہو، نہ پاس بلاتا ہو اور نہ ہی طلاق یا خلع پر آمادہ ہو، اس کی بیوی کے لیے نان ونفقہ کے بغیر عفت وعصمت کو برقرار رکھتے ہوئے جب وقت گزارنا دشوار ہو جائے تب وہ قاضی کے پاس جاکر گواہوں کے ذریعے اس غائب شوہر کے ساتھ اپنا نکاح ثابت کرے، اس کے بعد گواہوں کے ذریعے یہ ثابت کرے کہ میں نے اس کو اپنا نان ونفقہ معاف بھی نہیں کیا، اب وہ اتنی مدت سے خرچہ نہیں دے رہا اور نہ ہی میرے پاس متبادل کوئی معقول انتظام ہے، ان تمام باتوں پر حلف بھی اٹھائے اور یہ مطالبہ کرے کہ اب میں مزید اس کے نکاح میں نہیں رہ سکتی مجھے الگ کیا جائے۔ اس کے بعد قاضی؛ غائب شوہر کے پاس دو معتبر آدمیوں کے ہاتھ نوٹس بھیج کر اس کو پابند کرے کہ خود آکر یا بیوی کو اپنے پاس بلا کر نان ونفقہ کا انتظام کرو، ورنہ طلاق یا خلع پر آمادہ ہو جاؤ، ورنہ ہم تم دونوں میں تفریق کر دیں گے۔ شوہر کسی بات پر آمادہ ہو جائے تو بہتر ورنہ قاضی عورت کو مزید ایک ماہ انتظار کرنے کا حکم دے۔ اس دوران شوہر بات مان لے تو ٹھیک ورنہ قاضی عورت کو اس کی زوجیت سے الگ کر دے۔ اب یہ عورت طلاق کی عدت گزار کر دوسرا عقد کر سکتی ہے۔

فائدہ نمبر 5:

اگر غائب شوہر ایسی جگہ پر ہو جہاں ہر ممکن کوشش کے باوجود اپنا نمائندہ بھیجنے کا کوئی انتظام نہ ہو تو ایسی مجبوری کی صورت میں اس بات کی گنجائش ہے کہ حاکمِ وقت یا اس کا قائم مقام حالات وواقعات کی پوری تحقیق کے بعد فسخِ نکاح کا فیصلہ کر دے۔

فائدہ نمبر 6:

قاضی کا فیصلہ ہو جانے کے بعد اگر غائب شوہر واپس آکر تمام ضروریات پوری کرنے پر آمادہ ہو جائے تو اس کی تفصیل یہ ہے:

(۱) اگر عدت کے اندر اندر آجائے تو اس کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہے، اگر رجوع نہ کیا تو عدت گزرتے ہی نکاح ٹوٹ جائے گا۔

(۲) اگر عدت گزرنے کے بعد آئے اور آکر عورت کے دعویٰ کو ثبوت کے ساتھ غلط ثابت کر دے تب بھی عورت اسی کو ملے گی، خواہ عورت نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا ہو اور خواہ اس سے بچے بھی پیدا ہو چکے ہوں۔ اب اس پہلے شوہر کا نکاح ثابت سمجھا جائے گا دوسرے کا نکاح باطل قرار دیا جائے گا۔ لیکن اس صورت میں (جب کہ دوسرے شوہر نے صحبت یا کم از کم خلوتِ صحیحہ کر لی ہو) عورت پر عدت گزارنا لازم ہے۔

اگر واپس آکر پہلا شوہر اپنی بیوی کے دعویٰ کو غلط ثابت نہ کر سکا تو اب وہ اس کو نہ ملے گی، کیوں کہ عدت گزرنے کے بعد رجوع کا حق باقی نہیں رہتا۔

فائدہ نمبر 7:

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں عورت کو فسخِ نکاح کا ملنے والا اختیار تب مؤثر و معتبر ہو گا جب فسخ نکاح کا سبب اپنی تمام شرائط کے ساتھ موجود ہو، بسا اوقات فسخِ نکاح کا سبب موجود نہیں ہوتا یا سبب تو موجود ہوتا ہے مگر اس کی شرائط نہیں پائی جاتیں، ایسی صورت میں اگر کسی نے نکاح فسخ کرا لیا تو شریعت کی نظر میں یہ بالکل غیر معتبر سمجھا جائے گا اور اس صورت میں عورت اگر دوسری جگہ نکاح کرے گی تو وہ شرعاً باطل ہو گا۔

فائدہ نمبر 8:

بسا اوقات عورت یا اس کے اہلِ خانہ کی طرف سے عدالت میں فسخِ نکاح کا کیس داخل کیا جاتا ہے لیکن عملے کی ملی بھگت سے خاوند کو نوٹس ہی نہیں بھیجا جاتا۔ جج کے علم میں بھی نہیں ہوتا اور وہ یہی سمجھ رہا ہوتا ہے کہ خاوند اپنی بیوی کو تنگ کرنے اور اس کی جان نہ چھوڑنے کی نیت سے جان بوجھ کر عدالت میں حاضر نہیں ہو رہا۔ خاوند کو بھی علم نہیں ہوتا کہ میری بیوی نے فسخِ نکاح کا کیس کیا ہوا ہے۔ اس صورت میں دیا گیا فیصلہ شرعاً فسخِ نکاح نہیں کہلاتا۔ یوں یہ عورت خاوند کے نکاح سے آزاد نہیں ہوتی بلکہ بدستور نکاح میں رہتی ہے۔

مشق نمبر 3

مختصر جواب دیجیے:

1: وہ تین رکاوٹیں کون سی ہیں جن کی موجودگی میں اگر خاوند بیوی کو تنہائی کا موقع مل بھی جائے تب بھی اسے "خلوت صحیحہ" قرار نہیں دیں گے؟

2: کیا ان مسائل میں خلوتِ صحیحہ؛ جماع کے قائم مقام ہوتی ہے؟

- ☼ مہر کے لازم ہونے میں
- ☼ غسل کے واجب ہونے میں
- ☼ عدت کے واجب ہونے میں
- ☼ تین طلاق کے بعد پہلے شوہر کے لیے حلال ہونے میں

3: طلاق معلق کی تعریف کیجیے۔

4: تین طلاق معلق سے بچنے کا کیا طریقہ ہے؟

5: ایک آدمی نے بیماری کی حالت میں بیوی کو طلاق دی اور اسی بیماری کی حالت میں ہی فوت ہو گیا تو کیا اس کی بیوی کو میراث میں سے حصہ ملے گا؟

6: خلع سے کون سی طلاق واقع ہوتی ہے؟

7: عورت کو مار پیٹ کر، ڈرا دھمکا کر خلع پر مجبور کرنے سے خلع واقع ہو جائے گا یا نہیں؟

8: کیا عورت کی طرح مرد بھی خلع کی پیشکش کر سکتا ہے؟

9: ان الفاظ کی مراد لکھیں: عنین، غائب غیر مفقود، متعنت۔

10: قاضی نے ایک شخص کے فوت ہونے کا فیصلہ دے دیا اور اس کی بیوی نے کسی دوسری جگہ نکاح کر لیا۔ اب وہ شخص واپس آ گیا ہے تو یہ عورت کس خاوند کو ملے گی؟ پہلے کو یا دوسرے کو؟

صحیح جواب کا انتخاب کیجیے:

1: خاوند اور بیوی دونوں یا ان میں سے کوئی ایک احرام کی حالت میں ہو تو یہ خلوتِ صحیحہ سے موانع میں سے کون سی قسم ہے؟

حسی مانع طبعی مانع شرعی مانع

2: خلوتِ صحیحہ کے بعد خاوند نے بیوی کو طلاق دے دی تو اس پر عدت:

واجب نہیں ہو گی واجب ہو گی اختیاری ہو گی

3: ایک شخص بیک وقت نکاح کر سکتا ہے:

چار پانچ تین

4: خلع کا لغوی معنی ہے:

مکان کو خالی کرنا کسی چیز کو اتارنا کسی کے گھر داخل ہونا

5: ایسی طلاق جو مال کے عوض دی گئی ہو وہ بن جاتی ہے:

طلاقِ رجعی طلاقِ بائن طلاقِ مغلظ

6: جن اسباب کی بنیاد پر عورت کو شریعت کی طرف سے فسخ نکاح کا اختیار حاصل ہوتا ہے ان کی تعداد "کتاب الفقہ" میں کتنی بیان ہوئی ہے؟

سات چھ پانچ

خالی جگہ پر کیجیے:

1: مہر کے لازم ہونے میں.................جماع کے قائم مقام ہوتی ہے۔

2: "اگر فلاں سے بات کی تو تجھے طلاق" جیسے الفاظ سے دی گئی طلاق کو طلاق.................کہتے ہیں۔

3: اگر کوئی اجنبی شخص نکاح کرا دے جو خاوند کی اجازت پر موقوف ہو تو اس نکاح کو.................کہتے ہیں۔

4: خلع سے ایک طلاقِ.................پڑ جاتی ہے جس کی وجہ سے نکاح ٹوٹ ہو جاتا ہے۔

5: خاوند اگر مجنون یعنی دیوانہ پاگل ہو تو عورت کو.................کا حق ملتا ہے۔

6: طلاق سے رجوع کرنے کے لیے زبانی اتنا کہہ دینا کافی ہوتا ہے کہ.................، اس طرح رجوع ہو جائے گا۔

غلط اور درست کی نشاندہی کیجیے:

1: مہر کے لازم ہونے میں خلوتِ صحیحہ جماع کے قائم مقام نہیں ہوتی۔

2: خلوتِ صحیحہ کے بعد مرد اور عورت پر غسل واجب نہیں ہوتا۔

3: حلالہ شرعی میں جماع شرط ہے، خلوتِ صحیحہ کافی نہیں۔

4: خلع صرف عورت کر سکتی ہے، مرد نہیں کر سکتا۔

5: خاوند کی رضامندی کے بغیر یک طرفہ خلع جائز نہیں۔

6: صرف طلاق رجعی اور طلاق بائن کو کسی شرط کے ساتھ معلّق کیا جا سکتا ہے، طلاق مغلّظہ کو نہیں۔

ظہار کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ الَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ (٣) فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ﴾

سورۃ المجادلۃ:3،4

ترجمہ: جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اپنی کہی ہوئی بات سے رجوع کرتے ہیں تو (میاں بیوی کے) ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے ان کے ذمہ ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ اسی بات کی تمہیں نصیحت کی جارہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے پوری طرح باخبر ہے۔ پھر جس شخص کو غلام نہ ملتا ہو تو اس کے ذمہ مسلسل دو مہینے کے روزے ہیں قبل اس کے کہ وہ (میاں بیوی) ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ پھر جس شخص کے پاس اس کی بھی استطاعت نہ ہو تو اس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔

ظہار کا لغوی معنی ہے: ہم پشت ہونا یعنی پشت سے پشت ملانا۔ موافق ہونا۔

ظہار کا اصطلاحی معنی ہے: بیوی کو اپنی ماں، بہن یا دیگر کسی مَحرم خاتون (جس کے ساتھ ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہو) کے کسی ایسے عضو کے ساتھ تشبیہ دینا جس کو دیکھنا حرام ہو۔ مثلاً خاوند یوں کہے: ”تو مجھ پر ایسے ہے جیسے میری ماں یا بہن کی پشت ہے۔“

ظہار کا حکم:

ظہار سے طلاق واقع نہیں ہوتی بلکہ بیوی بدستور اسی خاوند کے نکاح میں رہتی ہے البتہ ظہار کی وجہ سے بیوی سے ہمبستری کرنا، شہوت سے بوس و کنار کرنا، چھونا، اس کی شرم گاہ کو دیکھنا سب حرام ہو جاتا ہے۔ شوہر جب تک کفارہ ادا نہ کر لے یہ چیزیں حرام رہتی ہیں چاہے جتنا عرصہ گزر جائے۔ کفارہ ادا کرنے کے بعد یہ تمام کام جائز ہو جاتے ہیں اور دوبارہ نکاح کی ضرورت بھی نہیں ہوتی۔

ظہار کا کفارہ:

ظہار کا کفارہ وہی ہے جو روزے کا کفارہ ہے، دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ اگر طاقت ہو تو خاوند لگاتار ساٹھ روزے رکھے۔ اس دوران بیوی سے صحبت نہ کرے۔ ساٹھ روزے مکمل ہونے سے قبل صحبت کرلی تو روزے نئے سرے سے رکھے۔ بیوی سے صحبت خواہ دن میں کی ہو یا رات میں، قصداً کی ہو یا بھول کر کی ہو سب کا حکم برابر ہے۔

اگر روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دو وقت کا کھانا کھلائے۔ اگر سب فقراء کے کھانا کھانے سے قبل صحبت کرلی تو گناہ گار ہو گا مگر کفارہ دوبارہ دینا لازم نہیں ہو گا بلکہ پہلے والا کفارہ معتبر سمجھا جائے گا۔

چند مسائل:

(1): خاوند نے کہا: "تو مجھ پر میری ماں یا بہن کی طرح ہے۔" اگر ان الفاظ سے یہ مطلب لیا ہو کہ تو مرتبہ و کمال میں یا حسنِ صورت یا حسنِ اخلاق میں میری ماں، بہن جیسی ہے تب ظہار نہ ہو گا۔ اسی طرح اگر کوئی بھی نیت نہ ہو تب بھی ظہار نہ ہو گا۔ اگر ظہار کے الفاظ سے بیوی کو چھوڑنے یا طلاق دینے کی نیت کی ہو تب ایک طلاق بائن واقع ہو گی۔ اگر ماں بہن کے ساتھ بیوی کو تشبیہ دینے سے غرض صرف ہمبستری ترک کرنا ہو کہ جیسے ماں بہن سے صحبت کرنا حرام ہے ایسے ہی تجھ سے بھی حرام ہے، تو اب یہ "ظہار" کہلائے گا۔

(2): طلاق کی طرح اگر ظہار میں بھی فوراً "ان شاء اللہ" کہہ دیا تو ظہار واقع نہ ہو گا۔

(3): خاوند نے کہا: "اگر تجھ سے صحبت کروں تو گویا ماں بہن سے کروں۔" یا یوں کہا: "اگر تجھ کو رکھوں تو ماں بہن کو رکھوں" تو ان الفاظ سے ظہار نہ ہو گا۔

(4): ظہار کا لفظ اگر ایک سے زائد مرتبہ کہے تو جتنی بار کہے گا اتنی دفعہ کفارہ دینا پڑے گا البتہ دوسری تیسری بار کہنے سے غرض اگر پہلے کلام کو مضبوط کرنا ہو، نئے سرے سے ظہار کرنا مقصود نہ ہو تو ایک ہی کفارہ واجب ہو گا۔

(5): اگر شوہر نے یہ الفاظ کہے: "تو میرے لیے ماں کی طرح حرام ہے" اگر اس سے طلاق کی نیت ہو تو طلاق بائن ہو گی اور اگر ظہار کی نیت کی ہو یا کوئی نیت نہ کی ہو تو ظہار ہو جائے گا۔

(6): خاوند نے کہا: "تو میری بہن ہے" یا یوں کہا: "تو میری بیٹی ہے" تو اس سے ظہار نہ ہو گا کیونکہ ظہار اس وقت متحقق ہوتا ہے جب تشبیہ دیتے وقت تشبیہ کے الفاظ بھی ذکر کیے جائیں۔ مثلاً برابر، مثل اور طرح کے الفاظ۔

ایلاء کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (٢٢٦)﴾

سورۃ البقرۃ:226

ترجمہ: جو لوگ اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھا لیں، ان کے لیے چار مہینے کی مہلت ہے۔ اگر وہ رجوع کر لیں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

ایلاء کا لغوی معنی ہے: قسم کھانا۔

ایلاء کا شرعی معنی ہے: خاوند کا چار ماہ تک یا اس سے زائد مدت متعین کر کے بیوی کے پاس نہ جانے کی یعنی صحبت نہ کرنے کی قسم کھانا یا مدت متعین کیے بغیر ویسے ہی بیوی کے قریب نہ جانے کی قسم کھانا۔ مثلاً خاوند یوں کہے: اللہ کی قسم میں تجھ سے کبھی ہمبستری نہیں کروں گا۔

ایلاء کا حکم:

اگر خاوند نے صحبت نہ کی تو چار ماہ گزرتے ہی بیوی کو طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ اگر چار مہینے کے اندر اندر ہمبستری کر لی تو طلاق واقع نہیں ہو گی البتہ قسم توڑنے کا کفارہ لازم ہو گا۔ (قسم کے کفارے کا بیان آگے آرہا ہے)

چند مسائل:

(1): اگر خاوند قسم نہ کھائے بلکہ ویسے ہی صحبت چھوڑ دے تو اس سے ایلاء نہیں ہو گا، خواہ جتنی لمبی مدت صحبت نہ کرے۔

(2): ایلاء کے متحقق ہونے کے لئے ضروری ہے کہ کم از کم چار ماہ تک بیوی سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھائی ہو۔ اگر چار ماہ سے ایک دن بھی کم کر کے قسم کھائی ہو تو شرعی ایلاء نہ ہو گا۔ البتہ جتنے دنوں کی قسم کھائی ہے اتنے دن صحبت نہ کرے۔ اگر صحبت کر لی تو قسم کا کفارہ دینا واجب ہو گا۔

(3): چار ماہ یا جس قدر زائد مدت متعین کر کے صحبت نہ کرنے کی قسم کھائی ہو تو اگر اس مدت کے دوران صحبت

نہ کی تو مدت پوری ہوتے ہی طلاق بائن پڑ جائے گی اور اگر مدت کے اندر صحبت کر لی تو قسم ٹوٹ گئی۔ اب قسم توڑنے کا کفارہ دینا پڑے گا۔

(4): خاوند نے بیوی سے یوں کہا: ”اگر تجھ سے صحبت کروں تو تجھے طلاق ہے۔“ ان الفاظ سے بھی ایلاء ہو جائے گا۔ اگر صحبت کر لی تو طلاق رجعی واقع ہو جائے گی اور قسم کا کفارہ واجب نہیں ہو گا۔ اگر صحبت نہیں کی تو چار ماہ کے بعد طلاق بائن ہو جائے گی۔

(5): اگر خاوند یوں کہے: ”اگر تجھ سے صحبت کروں تو مجھ پر ایک حج یا عمرہ یا اتنے روزے یا قربانی ہے“ تو ان تمام صورتوں میں ایلاء ہو جائے گا۔ اگر صحبت کی تو جو بات حج یا روزے والی کہی تھی پوری کرنا لازم ہو گا، اب کفارہ واجب نہیں ہو گا۔ اگر صحبت نہیں کی تو چار ماہ کے بعد طلاق بائن واقع ہو جائے گی، اب دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ فِى الْعٰلَمِيْنَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

لِعان کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ (٦)﴾

ترجمہ: اور جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں اور ان کے پاس خود کے علاوہ کوئی گواہ نہ ہوں تو ایسے کسی بھی شخص کی گواہی یہ ہو گی کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ بے شک وہ [الزام لگانے میں] سچا ہے۔

﴿وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ (٧)﴾

ترجمہ: اور پانچویں مرتبہ یوں کہے: اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔

﴿وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ (٨)﴾

ترجمہ: اور اس عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ بیشک یہ شخص [اس الزام میں] جھوٹا ہے۔

﴿وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (٩)﴾

ترجمہ: اور پانچویں مرتبہ یوں کہے: اگر یہ شخص سچا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو۔

سورۃ النور: 6 تا 9

لعان کا لغوی معنی ہے: دور کرنا، ہٹانا۔

لعان کا شرعی معنی ہے: میاں بیوی کا قسم کھا کر اللہ کی لعنت اور غضب کی شہادت دینا۔

خاوند اگر اپنی بیوی کو کسی کے ساتھ زنا کرتا ہوا دیکھ لے اور اسے معتبر شرعی گواہوں کے ذریعے ثابت نہ کر سکتا ہو تو اس صورت میں شریعت لعان کا حکم دیتی ہے۔

لعان کا طریقہ:

خاوند حاکم وقت اور قاضی کے پاس جا کر ساری تفصیل بیان کرے، حاکم وقت میاں بیوی دونوں کے بیانات سننے کے بعد باری باری دونوں سے قسم لے۔ قسم کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے شوہر اس طرح کہے:

"میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو حاضر جان کر گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ جو تہمت میں نے اس پر لگائی ہے میں اس میں بالکل سچا ہوں۔"

یہ الفاظ چار مرتبہ دہرائے۔ پھر پانچویں مرتبہ کہے:

"اگر میں جھوٹا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی مجھ پر لعنت ہو۔"

اس کے بعد عورت چار مرتبہ یہ الفاظ دہرائے:

"میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو حاضر جان کر گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ اس نے مجھ پر جو تہمت لگائی ہے وہ اس میں جھوٹا ہے۔"

پھر پانچویں دفعہ یوں کہے:

"اگر یہ اس تہمت میں سچا ہے تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو۔"

دونوں کی قسمیں مکمل ہونے کے بعد حاکمِ وقت یا قاضی دونوں میں جدائی کا فیصلہ نافذ کر دے۔ اس فیصلے سے ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ اگر اس صحبت کے نتیجے میں بچہ پیدا ہوا تو اسے ماں کے حوالے کر دیا جائے گا، باپ کی طرف منسوب نہیں ہو گا۔

جب شرعی طریقے کے مطابق میاں بیوی میں لعان جاری ہو جاتا ہے تو ان کا آپس میں ازدواجی تعلق قائم رکھنا ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتا ہے۔ یعنی اب دوبارہ میاں بیوی کی حیثیت سے نہیں رہ سکتے۔

اگر شوہر اپنا الزام واپس لے لے تو شوہر پر حد قذف لگے گی۔ اور وہ اس صورت میں دوبارہ اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے۔

ان امور کا بیان جن سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے

(1) اللہ تعالیٰ، انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اسلامی شعائر و تعلیمات کی گستاخی کرنے، مذاق اڑانے اور استہزاء کرنے سے انسان دائرہ ایمان سے نکل جاتا ہے، اس وجہ سے اس کا نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

(2) اگر کسی نے نماز، روزہ، حج، زکوۃ، ڈاڑھی، پگڑی یہاں تک کہ مسواک کی بھی تنقیص کی، اس کے بارے گھٹیا الفاظ استعمال کیے تو وہ ایمان سے محروم ہو جائے گا۔ اس لیے اس کا نکاح بھی ٹوٹ جائے گا۔

(3) خاوند سے اگر کوئی کفریہ بات سرزد ہو گئی تو نکاح ٹوٹ جائے گا۔ تجدید ایمان کے ساتھ گواہوں کی موجودگی میں نئے مہر اور باہمی رضامندی سے ایجاب و قبول کرانے سے نیا نکاح ہو جائے گا۔ واضح رہے کہ اگر وہ عورت دوبارہ اس مرد کے ساتھ نکاح نہ کرنا چاہے تو اسے شرعاً مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

(4) اگر بیوی سے کوئی کفریہ بات سرزد ہو گئی تو بھی نکاح ٹوٹ جائے گا، مگر اس خاتون کے لیے دوبارہ اسی خاوند ہی کے ساتھ نکاح کرنا ضروری ہو گا، اس کے علاوہ کسی اور مرد کے ساتھ نکاح نہیں کر سکتی۔ یاد رہے کہ اس صورت میں سابق خاوند کے ساتھ بھی تجدید ایمان اور تجدید نکاح سے پہلے ملنا جائز نہیں۔

ان امور کا بیان جن سے نکاح نہیں ٹوٹتا

(1): شوہر کا ذہنی توازن درست نہ رہے۔

(2): کفر کے علاوہ اور کوئی بھی گناہ شوہر سے سرزد ہو جائے۔

(3): بیوی جان بوجھ کر یا بھول کر خاوند کو بھائی کہہ دے۔

(4): خاوند غلطی سے یا جان بوجھ کر اپنی بیوی کو امی، بہن یا بیٹی کہہ دے۔

(5): شوہر جھوٹ بول کر خود کو اپنی بیوی کا باپ ظاہر کرے۔

(6): بہت طویل عرصہ مثلاً دس یا بیس سال تک میاں بیوی نے قربت اختیار نہ کی ہو۔

(7): خاوند اپنی بیوی کو یا بیوی اپنے خاوند کو خون دے۔

(8): خاوند غلطی سے یا جان بوجھ کر اپنی بیوی کا دودھ پی لے یا بیوی کے پاخانے کی جگہ میں صحبت کرے۔

عدت کا بیان

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ﴾

سورۃ البقرۃ:234

ترجمہ: اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ عورتیں خود کو چار ماہ دس دن روکے رکھیں۔ پھر جب ان کی عدت پوری ہو جائے اور وہ اپنے حق میں شرعی دستور کے مطابق کوئی فیصلہ کر لیں تو تم پر اس معاملے میں کوئی گناہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ الْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ﴾

سورۃ البقرۃ:228

ترجمہ: اور مطلقہ خواتین تین ماہواریوں تک خود کو روکے رکھیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ﴾

سورۃ الطلاق:4

ترجمہ: اور جو عورتیں حاملہ ہوں ان کی (عدت کی) میعاد یہ ہے کہ وہ اپنے پیٹ کا بچہ جن لیں۔

عدت کا لغوی معنی ہے: کسی چیز کو شمار کرنا، کسی چیز کا حساب کرنا۔

عدت کا شرعی معنی ہے: کسی عورت کو طلاق مل جائے یا ایلاء اور خلع کے ذریعے سے اس کا نکاح ختم ہو جائے یا اس کا خاوند فوت ہو جائے تو ان تمام صورتوں میں اس خاتون کو کچھ مدت تک ایک ہی گھر میں رہنا لازم ہوتا ہے، جب تک یہ مدت پوری نہ ہو جائے تب تک اس عورت کے لئے شرعی یا طبعی عذر کے بغیر گھر سے باہر جانا اور دوسرے مرد سے نکاح کرنا جائز نہیں ہوتا۔ اس پابندی کے ساتھ یہ مدت گزارنے کو "عدت" کہتے ہیں۔

اسلام نے عورت پر عدت کو لازم کر کے بہت بڑا احسان کیا ہے، عدت کا بنیادی مقصد غیر حاملہ ہونے کی صورت میں بچہ دانی کے خالی ہونے کا یقین ہونا، حاملہ ہونے کی صورت میں بچے کی ولدیت کا تعین کرنا اور رشتہ نکاح منقطع ہونے پر غم و سوگ کا اظہار کرنا ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ عدت بیٹھنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرنا ہے۔

چند مسائل:

1: قرآن و سنت کی رو سے عورت پر عدت گزارنا فرض ہے، جو عورت عدت پوری نہ کرے گی گناہ گار ٹھہرے گی۔

2: خاوند نے طلاق رجعی دی ہو، بائن یا مغلظہ دی ہو، سب کا یہی حکم ہے کہ عورت شوہر کے اس گھر میں - جس میں طلاق واقع ہوئی ہو - تین حیض مکمل ہونے تک عدت گزارے۔ ہاں اگر طلاقِ بائن یا مغلظہ کی صورت میں خاوند کی طرف سے ظلم و ستم کا یقینِ کامل ہو تو اس شدید مجبوری کی وجہ سے اپنے میکے میں عدت گزار سکتی ہے۔

3: عدت کے دوران عورت اس گھر سے کسی شدید مجبوری کے بغیر دن یا رات کسی وقت بھی باہر نہ نکلے۔ اگر باہر جائے گی تو گناہ گار ہو گی۔ اگر عدت کے دوران عورت کا خرچ دینے والا کوئی نہیں تو محنت مزدوری کے لیے پردے کے ساتھ دن کے وقت جا سکتی ہے لیکن رات واپس گھر پہ آنا ضروری ہے۔

4: اگر دوران عدت خاتون کو علاج کی ضرورت پیش آئے تو اولاً تو کوشش کی جائے کہ گھر میں ہی علاج کرایا جائے لیکن اگر یہ صورت ممکن نہ ہو تو پھر علاج کے لیے ہسپتال لے جانے کی گنجائش ہے۔

5: عدت کے دوران اس گھر کے کسی مخصوص کونے میں بیٹھنا ضروری نہیں، گھر میں جہاں چاہے آ جا سکتی ہے۔

6: طلاق کی عدت تین حیض ہے۔ اگر خاوند نے حیض کی حالت میں طلاق دی تو یہ بھی واقع ہو جائے گی۔ اب خاتون کی عدت میں یہ حیض شمار نہ ہو گا جس میں طلاق واقع ہوئی ہے، اس کے علاوہ تین حیض عدت پوری کرے۔

7: اگر حیض نہ آتا ہو تو تین ماہ ہے اور وفات کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ اگر شوہر کی وفات چاند کی پہلی تاریخ کو ہوئی ہو تو چار قمری مہینے پورے اور اوپر دس دن گزارنے ہوں گے، اس دوران مہینے انتیس کے ہوں یا تیس کے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اگر پہلی تاریخ کے علاوہ خاوند فوت ہوا ہو تو گنتی کے ایک سو تیس (130) دن پورے کیے جائیں گے۔

8: عدت کے دوران بناؤ سنگھار کرنا، زیب و زینت کرنا، زیور پہننا، خوشبو لگانا، مہندی لگانا، ریشمی لباس پہننا یا کوئی بھی ایسا لباس پہننا یا ایسا کام کرنا جس سے زینت ہوتی ہو جائز نہیں۔ اس دوران ایسا معمولی سادہ لباس پہننا چاہیے جس میں زینت نہ ہو۔ البتہ طلاقِ رجعی کی عدت میں عورت کو خوب بن سنور کر رہنا چاہیے تا کہ خاوند رجوع کر لے۔

9: کسی خاتون کو طلاق ہو گئی، اس نے مہینوں کے حساب سے عدت شروع کی، ایک یا دو ماہ کے بعد عدت کے اندر حیض آ گیا تو اب پورے تین حیض آنے تک عدت گزارنا ضروری ہو گا، تین حیض پورے ہونے پر عدت ختم ہو گی۔ اس سے پہلے والے دنوں کا اعتبار نہ ہو گا۔

10: حمل کے دوران اگر خاوند نے طلاق دے دی ہو تو طلاق واقع ہو جائے گی اور اس کی عدت بچہ پیدا ہونے تک ہے۔ جیسے ہی بچہ پیدا ہو گا عدت ختم ہو جائے گی، خواہ طلاق کے پانچ منٹ بعد بچہ پیدا ہو جائے یا پانچ ماہ بعد۔

11: کسی بندے کو سخت مغالطہ لگا، اس نے کسی اور عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر صحبت کر لی، تو اب اس عورت پر بھی عدت گزارنا لازم ہو گا، جب تک عدت ختم نہ ہو اپنے شوہر کو بھی قریب نہ آنے دے ورنہ میاں بیوی دونوں گناہ گار ہوں گے۔ اس خاتون کی عدت بھی تین حیض ہے، اگر اسی غلطی سے حمل ٹھہر گیا ہو تو اب عدت؛ بچے کی پیدائش تک ہے، اس بچے کو ناجائز نہیں کہا جائے گا بلکہ جس نے غلطی سے صحبت کی تھی اس کی طرف منسوب ہو گا۔

12: عورت طلاق بائن یا طلاق مغلظہ کی صورت میں عدت گزار رہی تھی کہ اس دوران خاوند نے غلطی سے صحبت کر لی، تو اب اس خاتون پر ایک اور عدت واجب ہو گی جس کی وجہ سے تین حیض مزید پورے کرے، جب مزید تین حیض گزر جائیں گے تو دونوں عدتیں ختم ہو جائیں گی۔

13: طلاق بائن یا طلاق مغلظہ کی صورت میں خاوند کے گھر رہتے ہوئے خاوند سے اچھی طرح پردہ کرنا لازم ہے، کیونکہ اب خاوند اس کے لیے اجنبی شخص ہے۔

14: خاوند اپنے آبائی شہر کے علاوہ کسی اور شہر میں فیملی سمیت رہتا تھا، ادھر اس کا انتقال ہو جائے تو اگر اس کا آبائی شہر موجودہ رہائش گاہ سے 78 کلومیٹر سے کم فاصلے پر ہو تو یہ بیوہ عدت گزارنے کے لیے ادھر چلی جائے، اگر خاوند کا آبائی شہر 78 کلومیٹر سے زیادہ مسافت پر ہو تو بیوہ اپنی موجودہ رہائش گاہ میں عدت پوری کرے۔

15: عدت کے دوران سفر کرنا جائز نہیں خواہ حج کا سفر ہی کیوں نہ ہو۔

ثبوتِ نسب

انسان اشرف المخلوقات ہے۔ دیگر مخلوقات پر اس کی فضیلت کی ایک وجہ انسان کا صحیح النسب ہونا ہے۔ نسب کے تحفظ کی بنا پر معاشرے میں انسان کے مقام و مرتبہ میں اضافہ ہوتا ہے۔ ذیل میں نسب سے متعلق چند مسائل درج کیے جاتے ہیں:

1: اگر کسی شوہر والی خاتون کے ہاں بچہ پیدا ہو تو وہ اس کے شوہر کی طرف منسوب ہو گا۔ یہ کہا جائے گا کہ یہ بچہ اسی عورت کے شوہر ہی کا ہے۔ کسی شبہ کی بنا پر یہ کہنا شرعاً جائز نہیں ہو گا کہ یہ بچہ فلاں کا ہے اپنے والد کا نہیں، اور محض شبہ کی بنا پر اس بچہ کو ناجائز اولاد کہنا شرعاً جائز نہیں۔

2: شریعت کا ضابطہ یہ ہے کہ بچے کا نسب ثابت ہونے میں جب تک کوئی نہ کوئی امکانی پہلو موجود ہو تب تک اس بچہ کو ناجائز نہیں کہا جائے گا۔ اگر نسب ثابت کرنے کا کوئی بھی امکان موجود نہ ہو تو مجبوراً ناجائز ہونے کا حکم لگایا جائے گا۔

3: حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ دو سال ہے یعنی بچہ چھ ماہ سے پہلے پیدا نہیں ہوتا اور دو سال سے زیادہ ماں کے پیٹ میں نہیں رہتا۔

4: ایسی لڑکی جو بالغ نہیں ہوئی مگر قریب البلوغ ہو اور خاوند نے اسے طلاق دے دی ہو اور طلاق کے بعد نو ماہ سے پہلے بچہ پیدا ہو جائے تو یہ اسی شوہر کا سمجھا جائے گا۔ اگر طلاق کے بعد پورے نو ماہ میں بچہ پیدا ہوا ہو تو یہ ناجائز ہو گا۔ ہاں اگر وہ عورت عدت کی مدت یعنی تین ماہ کے اندر ہی یہ اقرار کرے کہ مجھے حمل ہے، پھر بچہ پورے نو ماہ یا اس کے بعد پیدا ہوا ہو تو یہ ناجائز نہ ہو گا بلکہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہو گا کیوں کہ اقرار کے بعد دو سال کے اندر پیدا ہونے والا بچہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

5: خاوند کی وفات کے وقت سے اگر دو سال کے اندر بچہ پیدا ہوا ہو تو وہ اپنے مرحوم باپ کا کہلائے گا، اسے ناجائز کہنا گناہ ہے۔ ہاں اگر وہ عورت اپنی عدت ختم ہونے کا اقرار کر چکی ہو پھر دو سال کے اندر بچہ پیدا ہو جائے تب ناجائز کہلائے گا۔ اسی طرح اگر دو سال کے بعد پیدا ہوا ہو تب بھی اپنے باپ کی طرف منسوب نہیں ہو گا۔

6: خاوند نے اپنی بیوی کو طلاق بائن دی، پھر اس کا بچہ پیدا ہو گیا۔ یہ بچہ اگر طلاق کے وقت سے دو سال کے اندر پیدا ہوا ہو تو اسی خاوند کا شمار ہو گا۔ اگر دو سال کے بعد پیدا ہوا ہو تو اس کا نہیں۔ اگر دو سال کے بعد پیدا ہونے پر خاوند یہی کہے کہ یہ بچہ میرا ہے تو یہ اسی کا ہی شمار ہو گا۔ اس صورت میں یہ سمجھا جائے گا کہ عدت کے اندر ہی خاوند نے کسی شبہ کی وجہ سے صحبت کر لی تھی جس کی وجہ سے حمل ہو گیا تھا۔

7: نکاح کے بعد چھ ماہ سے پہلے بچے کی ولادت ہو جائے تو یہ اپنے باپ کا نہیں ہے۔ اگر پورے چھ ماہ یا اس سے زائد مدت میں پیدا ہو تو وہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہو گا۔ اب اس میں شک کرنا اور بے جا الزام لگانا سخت گناہ ہے۔ اس صورت میں اگر شوہر انکار کرے اور یہ کہے کہ یہ بچہ میرا نہیں تو لعان کا حکم ہو گا۔

8: شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی، پھر دو سال سے کم مدت (خواہ دو سال سے ایک دن ہی کم ہو) میں بچہ پیدا ہوا تو یہ اسی شوہر کا شمار ہو گا، اس بچہ کو ناجائز کہنا گناہ ہے۔ یہ بچہ ثابت النسب ہے، اب یہ سمجھا جائے گا کہ طلاق دیے جانے سے پہلے کا حمل ہے، دو سال تک بچہ پیٹ میں رہا اور اب پیدا ہوا۔ اس کی ولادت کے ساتھ ہی عورت کی عدت ختم ہو جائے گی۔ ہاں اگر اس صورت میں بچہ کی پیدائش سے قبل یہ اقرار کر چکی ہو کہ میری عدت ختم ہو چکی ہے تو یہ بچہ ناجائز شمار ہو گا۔

اگر طلاق رجعی کے بعد دو سال گزر گئے پھر بچہ پیدا ہوا اور ابھی تک اس عورت نے عدت ختم ہونے کا اقرار نہیں کیا تو یہ بچہ اسی شوہر ہی کا شمار ہو گا خواہ دو سال کے کتنا عرصہ بعد ہی پیدا ہوا ہو۔ اب یہ سمجھا جائے گا کہ خاوند نے طلاق رجعی دینے کے بعد عدت میں صحبت کر کے رجوع کر لیا تھا جس کی وجہ سے وہ عورت بچہ کی پیدائش کے بعد اسی خاوند کی بیوی ہے اور نکاح بھی نہیں ٹوٹا۔ ہاں اگر اس صورت میں خاوند کہے کہ یہ بچہ میرا نہیں تو اب لعان ہو گا۔

9: نکاح ہو گیا مگر ابھی دستور کے مطابق رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ اس خاتون نے بچے کو جنم دیا۔ اب اگر شوہر اقرار کرے کہ یہ بچہ میرا ہے تو یہ بچہ صحیح النسب ہو گا۔ اگر خاوند انکار کرے تو یہ بچہ ناجائز شمار ہو گا اور انکار کرنے کی وجہ سے لعان کا حکم ہو گا۔

بچے کی پرورش کا حق

میاں بیوی ہنسی خوشی وقت گزار رہے ہوں تو مل جُل کر بچہ کی پرورش کرتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ کسی وجہ سے ان میں جدائی ہو جائے تو اس صورت میں بچہ کی پرورش کا حق کس کو ملے گا اور کتنے عرصہ تک ملے گا؟ اس حوالے سے ذیل میں چند مسائل تحریر کیے جاتے ہیں:

1: خاوند بیوی میں جدائی ہو جانے پر بچہ کی پرورش کی حق دار ماں ہو گی، باپ بچہ کو زبردستی نہیں لے سکتا، البتہ پرورش کے تمام تر اخراجات باپ کے ذمہ ہوں گے۔ اگر ماں از خود پرورش نہ کرے تو بچے کا باپ اسے مجبور نہیں کر سکتا۔ ایسی صورت میں اب باپ ہی پرورش کا حق دار ہو گا۔

2: بچے کی والدہ نہ ہو یا موجود ہو لیکن اس نے پرورش کرنے سے انکار کر دیا ہو تو اس کے بعد پرورش کا حق درجہ بہ درجہ بچے کی نانی، پرنانی، دادی، پردادی کو ہے۔ اگر ان میں سے کوئی نہ ہو تو پھر یہ حق سگی بہنوں کو ملے گا۔ ان کے نہ ہونے کی صورت میں سوتیلی بہنیں اس کی حق دار ہوں گی، پھر ماں شریک بہنوں کو، اس کے بعد باپ شریک بہنوں کو یہ حق ملے گا۔ اس کے بعد خالہ اور آخر میں بچے کی پھوپھی اس کی پرورش کی حق دار ہو گی۔

3: بچے کی ماں نے جدائی کے بعد بچے کے کسی محرم رشتہ دار سے نکاح کر لیا تو اس صورت میں اس کے پاس پرورش کا حق باقی رہے گا۔ اگر بچے کے غیر محرم رشتہ دار سے شادی کر لی تو یہ حق ختم ہو جائے گا۔ یہی حکم بچے کی بہن، خالہ، پھوپھی اور دیگر پرورش کی حق دار خواتین کا ہے۔

4: بچے کی ماں نے بچے کے کسی غیر محرم رشتہ دار سے شادی کر لی جس کی وجہ سے بچہ کی پرورش کا حق ختم ہو گیا، مگر اس خاوند نے اسے طلاق دے دی یا فوت ہو گیا تو اب ماں کو پرورش کا حق دوبارہ مل جائے گا، اب بچہ ماں کے حوالے کر دیا جائے گا۔

5: ایسی خواتین جن کو درجہ بہ درجہ بچے کی پرورش کا حق ملتا ہے اگر ان میں سے کوئی ایک بھی موجود نہ ہو تو اب بچے کا والد پرورش کا زیادہ حق دار ہو گا، وہ نہ ہو تو دادا۔

6: بچے کی پرورش کا حق ایسے شخص کے پاس ہو جو بچہ کا غیر محرم ہو اور بچہ اس کے سپرد کرنے میں کسی نقصان یا

خرابی کا اندیشہ ہو تو بچہ اس کے حوالے نہ کیا جائے گا بلکہ کسی قابل اطمینان، شریف الطبع آدمی کے حوالے کیا جائے گا۔

7: بچہ جب تک سات سال اور بچی جب تک نو سال کی نہ ہو جائے تب تک یہ پرورش کرنے والوں کے پاس رہیں گے، باپ ان کو زبردستی نہیں لے سکتا۔ بچے کی عمر سات سال اور بچی کی عمر نو سال کو پہنچتے ہی باپ ان کو زبردستی لے سکتا ہے، اب باپ کو روکنا جائز نہیں۔

"مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدَهُ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ." (المستدرک علی الصحیحین: رقم 7872)

باپ اپنی اولاد کو حسنِ ادب سے بڑھ کر کوئی بہتر تحفہ نہیں دے سکتا۔

باب چہارم: قسم کے مسائل واحکام

[1]: قسم کی اقسام

[2]: قسم کا کفارہ

[3]: نذر (منت) ماننا

قسم کی اقسام

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ﴾

سورۃ المائدۃ:89

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں پر تمہارا مؤاخذہ نہیں فرماتا البتہ تمہاری پختہ قسموں (کی خلاف ورزی) پر تمہارا مؤاخذہ فرماتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَلَفَ عَلٰى يَمِيْنٍ فَرَاٰى غَيْرَهَا خَيْرًا مِنْهَا فَلْيَأْتِهَا وَلْيُكَفِّرْ عَنْ يَمِيْنِهٖ.

صحیح مسلم: رقم الحدیث 4271

ترجمہ: جس شخص نے کوئی قسم کھائی، پھر اس کے بجائے کسی دوسرے کام کو اس سے بہتر سمجھا تو اسے چاہیے کہ اس (بہتر) کام کو کرلے اور اپنی قسم کا کفارہ دے دے۔

یمین (قسم) کا لغوی معنی ہے: قوت وقدرت، دایاں ہاتھ۔

یمین (قسم) کا لغوی معنی ہے: ایسا عقد (معاملہ) جس کے ذریعے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا ارادہ پختہ کیا جائے۔

ایک مسلمان کو اپنی زندگی کے بعض معاملات میں قسم بھی کھانا پڑتی ہے، اس لئے قسم کی اقسام اور احکام کے بارے میں جاننا اس کے لیے ضروری ہے۔

قسم کی تین قسمیں ہیں:

1: یمین غُموس

2: یمین لغو

3: یمین منعقدہ

1: یمین غُموس

گزشتہ کسی واقعہ پر جان بوجھ کر جھوٹی قسم کھانا۔

مثال: ایک شخص نے ایک کام کیا ہو مگر جان بوجھ کر کہے اللہ کی قسم! میں نے فلاں کام نہیں کیا یا کسی اور کے بارے میں قسم کھا کر کہے، اس نے فلاں کام نہیں کیا، جب کہ حقیقت میں فلاں نے وہ کام کیا ہو۔

حکم: ایسی قسم اٹھانا سخت گناہ ہے اس قسم کا کوئی مالی و جانی کفارہ نہیں، توبہ و استغفار لازم ہے۔

2: یمین لغو

گزشتہ کسی واقعہ پر بے علمی اور غلطی سے جھوٹی قسم کھالینا۔

مثال: کسی کو مغالطہ لگا کہ احمد سفر سے واپس آگیا ہے۔ اس نے قسم کھا کر کہا: اللہ کی قسم احمد آگیا ہے، جب کہ حقیقت میں وہ ابھی تک نہ آیا ہو۔

حکم: اس پر گناہ بھی نہیں اور قسم کا کوئی کفارہ بھی نہیں۔

3: یمین منعقدہ

آئندہ زمانے میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم اٹھانا۔

مثال: ایک شخص کہے: اللہ کی قسم میں کامران سے نہیں بولوں گا۔ یا یوں کہے: اللہ کی قسم میں جمعہ کے دن سرگودھا جاؤں گا۔

حکم: جس کام کے کرنے کی قسم اٹھائی تھی پھر وہ نہیں کیا یا جس کو نہ کرنے کی قسم اٹھائی تھی پھر اسے کر لیا تو قسم ٹوٹ جائے گی او گناہ ہو گا۔ قسم ٹوٹنے کی صورت میں کفارہ واجب ہے اور توبہ استغفار بھی لازم ہے۔

قسم کا کفارہ:

قسم اٹھا کر توڑ ڈالی ہو تو اس کے کفارے کی یہ تفصیل ہے:

1: دس مساکین کو دو وقت کا کھانا کھلائے یا ہر محتاج کو صدقہ فطر کی مقدار کے برابر گندم یا اس کی قیمت دے دے۔

2: دس مساکین کے لباس کا انتظام کر دے، ہر فقیر کو اس قدر کپڑا دے جس سے جسم ڈھک جائے۔ اگر بہت لمبی چادر یا بہت لمبا کرتا دیا جس سے پورا جسم ڈھانپا جا سکتا ہے تو کفارہ ادا ہو جائے گا۔ اگر صرف تہبند دے دیا تو کفارہ ادا نہ ہو گا۔ اگر تہبند کے ساتھ کرتہ بھی دیا ہو تب کفارہ ادا ہو جائے گا۔

3: اگر کوئی ایسا نادار آدمی قسم توڑ دے جو دس مساکین کے کھانے یا کپڑوں کا انتظام کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ لگاتار تین روزے رکھے۔ اگر روزے لگاتار نہ ہوئے تو کفارہ ادا نہ ہو گا۔

چند مسائل:

1: اگر باری تعالیٰ کے ذاتی نام "اللہ" یا دیگر اسمائے حسنیٰ یا صفات باری تعالیٰ ذکر کے قسم اٹھائی جائے تو منعقد ہو جائے گی۔ چنانچہ یوں کہا: اللہ تعالیٰ کی قسم، اللہ تعالیٰ کی بزرگی و بڑائی کی قسم، اللہ جل شانہ کی عزت و جلال کی قسم، تو قسم منعقد ہو جائے گی۔ اگر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا ہو صرف اتنا کہا ہو: میں قسم کھاتا ہوں فلاں کام نہیں کروں گا تب بھی قسم ہو جائے گی۔

2: قرآن کریم کی قسم اٹھانے سے قسم ہو جائے گی، کیوں کہ قرآن کریم مخلوق نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس لیے اس کی قسم اٹھانے سے قسم ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر قرآن کریم کی قسم کھائے بغیر صرف ہاتھ میں اٹھا کر بات کہی ہو تو اس سے قسم منعقد نہ ہو گی۔

3: مخلوقات میں سے کسی کی قسم اٹھانا جائز نہیں۔ چنانچہ ان الفاظ سے قسم منعقد نہ ہو گی: مجھے ماں کی قسم، اپنے بیٹوں کی قسم، کائنات کی قسم، کعبہ کی قسم۔

4: اگر قسم اٹھائی کہ فلاں کام نہیں کروں گا یا فلاں چیز نہیں کھاؤں گا پھر بھول کر یا زبردستی وہ کام کر لیا یا وہ چیز کھالی تب بھی کفارہ دینا پڑے گا۔

5: اگر یوں کہا ہو: اگر فلاں کام کروں تو مرتے وقت ایمان نصیب نہ ہو بے ایمان ہو جاؤں، فلاں کام کروں تو مسلمان نہیں، اس طرح کہنے سے قسم ہو جائے گی۔ اس کی مخالفت کرے گا تو کفارہ واجب ہو گا، البتہ ایمان سے محروم نہیں ہو گا۔

6: اگر کسی آدمی نے کہا: تیرے گھر کا کھانا مجھ پر حرام ہے۔ تو ایسے کہنے سے قسم ہو جائے گی لیکن وہ چیز حرام

نہیں ہو گی، استعمال کرنے کی صورت میں قسم کا کفارہ دینا ہو گا۔

7: کسی اور آدمی کے قسم دینے سے قسم نہ ہو گی، مثلاً کسی نے کہا: تمہیں اللہ کی قسم یہ کام کرو یا ایسا مت کرو۔ تو اس طرح سے قسم نہیں ہو گی۔ وہ کام کیا جا سکتا ہے یا چھوڑا جا سکتا ہے۔

8: کسی گناہ کے کام کی قسم اٹھائی ہو مثلاً کہا ہو: اللہ کی قسم اپنے والدین کی نافرمانی کروں گا، فلاں کا حق کھاؤں گا، نماز نہیں پڑھوں گا، چوری کروں گا، تو اس طرح کی قسم کا توڑ دینا واجب ہے، قسم توڑنے پر کفارہ دے ورنہ گناہ گار ہو گا۔

9: قسم توڑنے سے پہلے ہی کفارہ ادا کر دیا بعد میں قسم توڑ دی تو کفارہ کی ادائیگی معتبر نہ ہو گی، قسم توڑنے کے بعد دوبارہ کفارہ دینا واجب ہو گا۔

10: اگر کسی کے ذمہ قسم کے بہت سے کفارے جمع ہو گئے ہوں تو ہر ایک قسم کا الگ الگ کفارہ ادا کرنا ضروری ہے، اگر زندگی میں نہ دے سکے تو مرنے سے قبل اس کی وصیت کرنا واجب ہے۔

11: قسم کے الفاظ ادا کرتے ہی فوراً "ان شاء اللہ" کہہ دیا تو قسم نہ ہو گی۔ جیسے کہا: "اللہ کی قسم یہ کام نہیں کروں گا ان شاء اللہ"

12: بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بات بات پر قسم کھاتے ہیں۔ یہ بہت بری حرکت ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے نام مبارک کی بے ادبی ہوتی ہے۔ اس قسم سے اجتناب لازم ہے۔

"اَلْحَلِفُ مَنْفَقَةٌ لِلسِّلْعَةِ، مَمْحَقَةٌ لِلْكَسْبِ". (سنن النسائی: رقم 4466)

قسم کھانے سے سامان تو بِک جاتا ہے لیکن اس (کی برکت) ختم ہو جاتی ہے۔

نذر (منت) ماننا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا (٧)﴾

سورۃ الدھر: 7

ترجمہ: یہ (نیک افراد) وہ لوگ ہیں جو اپنی نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن کا خوف رکھتے ہیں جس کے برے اثرات ہر طرف پھیلے ہوں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ اللهَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَهُ فَلَا يَعْصِهِ.

صحیح البخاری: رقم الحدیث 6696

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نذر مانے تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی نذر مانے تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے۔

نذر کا لفظ "اِنذار" سے نکلا ہے جس کا معنی ہے: کسی کو ڈرانا۔

نذر کا لغوی معنی ہے: وہ چیز جو انسان کسی کے سامنے پیش کرے۔

نذر کا شرعی معنی ہے: وہ صدقہ یا عبادت جو انسان پر لازم تو نہ ہو لیکن وہ اپنے مقصد کی تکمیل پر اس کا پورا کرنا اپنے اوپر لازم کر لے "نذر" کہلاتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص کسی شرط پر اپنے ذمہ کسی عبادت کو لازم کر لے تو یہ "نذر" ہے۔ جیسے یوں کہے: اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو اتنے نفل پڑھوں گا، یا اتنے روزے رکھوں گا، یا اتنی رقم فقراء کو دوں گا۔ اس طرح کہنے سے نذر منعقد ہو جاتی ہے۔

چند مسائل:

[1]: جس کام کے پورا ہونے پر نذر مانی ہو جب وہ کام ہو جائے تو نذر مانی ہوئی چیز کو ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ مثلاً یہ کہا کہ اگر میں امتحان میں پاس ہو گیا تو ایک بکری صدقہ کروں گا۔ اگر یہ پاس ہو جاتا ہے تو اس منت کو پورا کرنا لازم ہے کہ ایک بکری اللہ کی راہ میں صدقہ کرے۔ اب بکری کا گوشت نہ خود کھا سکتا ہے، نہ ہی غنی اور مال دار لوگوں کو

کھلا سکتا ہے بلکہ مستحق افراد ہی اس کے حق دار ہیں۔

[2]: درج ذیل شرائط کی رعایت کے ساتھ نذر مانی جائے تو منعقد ہو جاتی ہے:

☼ منت صرف اللہ تعالیٰ کے نام کی مانی جائے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی غیر کے نام کی منت ماننا ناجائز اور گناہ ہے۔

☼ منت ایسے کام کی ماننا صحیح ہو گی جو عبادت ہو، لہٰذا جو کام عبادت نہ ہو اس کی منت ماننا بھی شرعاً صحیح نہیں۔

☼ جس عبادت کی منت مانی ہو وہ عبادت مقصودہ ہو یعنی وہ ایسی عبادت ہو جو کبھی فرض یا واجب ہو: جیسے نماز، روزہ، قربانی، ان کی منت ماننا درست ہے۔ اگر وہ عبادت کبھی فرض یا واجب نہ بنتی ہو تو اس کی منت ماننا بھی درست نہیں، جیسے کسی نے قرآن خوانی کروانے کی منت مانی ہو تو شرعاً یہ منت لازم نہ ہو گی، اسی طرح میلاد منانے، مزار پر چادر چڑھانے اور مزار کا طواف کرنے کی منت بھی شرعاً معتبر نہ ہو گی۔

[3]: نابالغ آدمی منت مانے تو اس منت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔ اسے پورا کرنا لازم نہ ہو گا، نہ بلوغت سے قبل اور نہ ہی بلوغت کے بعد۔

[4]: منت مانتے وقت جگہ اور مستحق فرد کو متعین کرنے سے یہ چیزیں متعین نہیں ہوتیں، لہٰذا اگر کسی نے کہا کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو مکہ مکرمہ میں ایک لاکھ خرچ کروں گا یا جمعہ کے دن صدقہ دوں گا، یا فلاں متعین شخص کو کفارہ کے طور پر یہ چیز دوں گا، تو اس مخصوص فرد کو یا مخصوص جگہ میں رقم دینا لازم نہیں، جہاں چاہے دے سکتا ہے۔

[5]: اگر کسی نے جانور ذبح کرنے کی منت مانی ہو، مثلاً: اگر مجھے بیماری سے صحت مل گئی تو ایک بکری ذبح کروں گا یا ایک بکری کا گوشت خیرات کروں گا تو منت لازم ہو گی۔ اب ایک بکری ذبح کر کے یا اس کا گوشت خرید کر یا اس کی قیمت فقراء میں تقسیم کرے۔

[6]: اگر نذر مانی کہ یہ کام ہو گیا تو مسجد بنواؤں ہو گا یا مسافر خانہ تعمیر کراؤں گا تو یہ منت لازم نہ ہو گی۔ کام ہو جانے کی صورت میں مسجد یا مسافر خانہ تعمیر کرانا واجب نہیں۔ اگر بنوا دے تو بہتر ضرور ہو گا۔

[7]: اگر قرآن کریم مکمل یا کچھ حصہ خود پڑھنے کی منت مانی تو منت لازم ہو جائے گی، اسی طرح سو یا ہزار بار درود پاک پڑھنے یا کلمہ طیبہ کا ورد کرنے کی منت مان لی تب بھی منت صحیح ہو گی، اب پورا کرنا لازم ہے۔

[8]: اگر کسی نے منت مانی ہو، فلاں مسئلہ حل ہوا تو اپنا یہ گھر والا بکرا ذبح کروں گا، تو کام ہو جانے پر اسی متعین بکرے کا گوشت فقراء میں تقسیم کرنا ضروری نہیں، اس کے بدلے میں کوئی اور بکرا بھی ذبح کیا جا سکتا ہے۔

[9]: نذر، مَنَّت اور نیاز، تینوں کا ایک ہی مفہوم ہے اور یہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے ساتھ خاص ہے۔ غیر اللہ کے نام کی نذر، نیاز یا منت جائز نہیں۔

اَللّٰھُمَّ تَرَحَّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَرَحَّمْتَ عَلٰی إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰھُمَّ تَحَنَّنْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا تَحَنَّنْتَ عَلٰی إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا سَلَّمْتَ عَلٰی إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

مشق نمبر 4

مختصر جواب دیجیے:

1: ظہار کی تعریف اور حکم بیان کریں۔

2: ایلاء کیا ہے؟ آسان الفاظ میں سمجھائیں۔

3: لعان کا شرعی طریقہ بیان کریں۔

4: خاوند اور بیوی کافی عرصہ ایک دوسرے سے دور رہے۔ تو کیا اس صورت میں نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟

5: حاملہ عورت کا خاوند فوت ہو گیا تو اس کی عدت کیا ہو گی؟

6: عدت میں کیا کیا پابندیاں لاگو ہوتی ہیں؟ ان میں سے صرف چار بیان کریں۔

7: کیا عدت کے دوران حج کا سفر کرنا درست ہے؟

8: قسم کی کتنی قسمیں ہیں؟ بیان کرتے ہوئے ہر قسم کی تعریف لکھیں۔

9: قرآن خوانی کی منت لازم ہوتی ہے یا نہیں؟

10: بیمار نے نذر مانی کہ اگر تندرست ہو گیا تو مسجد بنواؤں گا؟ کیا یہ نذر لازم ہو جاتی ہے؟

صحیح جواب کا انتخاب کیجیے:

1: ظہار کا لغوی معنی ہے:

ہم پشت ہوتا   آمنا سامنا ہونا   دور ہونا

2: ظہار کا کفارہ وہی ہے جو:

روزے کا کفارہ ہے   قسم کا کفارہ ہے

3: خاوند فوت ہو جائے تو عورت کی عدت ہے:

130 دن   150 دن   170 دن

4: حاملہ کی عدت ہے:

وضعِ حمل تین ماہ 120 دن

5: طلاق بائن یا طلاق مغلظہ کی صورت میں خاوند کے گھر رہتے ہوئے خاوند سے پردہ کرنا:

لازم ہے لازم نہیں اختیاری ہے

6: حمل کی کم از کم مدت ہے:

چھ ماہ نو ماہ پندرہ ماہ

7: یمین (قسم) کا معنی ہے:

قوت وقدرت بلندی سنجیدگی

8: یمین غموس کا حکم ہے کہ اس میں:

کفارہ ہے، گناہ نہیں کفارہ ہے، گناہ ہے کفارہ نہیں، گناہ ہے

9: مخلوقات کے نام کی قسم کھانا:

جائز ہے جائز نہیں بہتر نہیں

10: نذر کا لفظ اس لفظ سے نکلا ہے:

"اِنذار" سے "منظر" سے "نظرۃ" سے

خالی جگہ پر کیجیے:

1: "نذر" کا لغوی معنی ہے:................

2: عدت کے دوران سفر کرنا جائز نہیں خواہ وہ................کا سفر ہی کیوں نہ ہو۔

3: "ایلاء" کا لغوی معنی ہے:................

4: قسم کے الفاظ ادا کرتے ہی فوراً................ کہہ دیا تو قسم منعقد نہ ہو گی۔

5: بچہ جب تک................ سال اور بچی................ سال کی نہ ہو جائے تب تک یہ پرورش کرنے والوں کے پاس رہیں گے۔

6: .... کا معنی ہے "بیوی کو اپنی ماں، بہن یا دیگر کسی مَحرم خاتون کے کسی ایسے عضو کے ساتھ تشبیہ

دینا جس کو دیکھنا حرام ہو۔"

7: ظہار کا کفارہ وہی ہے جو.............. کا کفارہ ہے۔

8: ایلاء واقع ہونے کے لئے ضروری ہے کہ کم از کم............... ماہ تک بیوی سے............... نہ کرنے کی قسم کھائی ہو۔

9: قسم کی تین قسمیں ہیں؛ یمینِ غموس،............. اور.............۔

10: یمینِ غموس میں............... ہے البتہ کوئی مالی و جانی کفارہ نہیں۔

غلط اور درست کی نشاندہی کیجیے:

1: اگر خاوند نے کہا: "اگر تجھ کو رکھوں تو ماں بہن کو رکھوں" تو ان الفاظ سے ظہار نہ ہو گا۔

2: اگر قرآن کریم کی قسم کھائے بغیر صرف ہاتھ میں اٹھا کر بات کہی ہو تو اس سے قسم منعقد نہ ہو گی۔

3: نابالغ آدمی منت مانے تو اس منت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔ اسے پورا کرنا لازم نہ ہو گا، نہ بلوغت سے قبل اور نہ ہی بلوغت کے بعد۔

4: اگر قرآن کریم مکمل یا کچھ حصہ پڑھنے کی منت مانی تو منت لازم ہو جائے گی۔

5: کسی نے قرآن خوانی کروانے کی منت مانی ہو تو شرعاً یہ منت لازم نہ ہو گی۔

6: خاوند یوں کہے: "تو مجھ پر ایسے ہے جیسے میری ماں یا بہن کی پشت ہے۔" تو یہ ظہار ہے۔

7: خاوند نے کہا: "اگر تجھ سے صحبت کروں تو گویا ماں بہن سے کروں۔" یا یوں کہا: "اگر تجھ کو رکھوں تو ماں بہن کو رکھوں" تو ان الفاظ سے ظہار نہ ہو گا۔

8: ایلاء کے متحقق ہونے کے لئے ضروری ہے کہ کم از کم چار ماہ تک بیوی سے صحبت نہ کرنے کی قسم کھائی ہو۔

9: حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ اور زیادہ سے زیادہ دو سال ہے یعنی بچہ چھ ماہ سے پہلے پیدا نہیں ہوتا اور دو سال سے زیادہ ماں کے پیٹ میں نہیں رہتا۔

10: گزشتہ کسی واقعہ پر بے علمی اور غلطی سے جھوٹی قسم کھالینا، یمینِ منعقدہ ہے۔

یادداشت

تعارف مؤلف

نام: محمد الیاس گھمن

ولادت: 12-04-1969

مقام ولادت: 87 جنوبی، سرگودھا

تعلیم: حفظ القرآن الکریم: جامع مسجد بوہڑ والی، گکھڑ منڈی، گوجرانوالہ

ترجمہ وتفسیر القرآن: امام اہل السنۃ والجماعۃ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

درس نظامی: (آغاز) جامعہ بنوریہ کراچی، (اختتام) جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

تدریس: (سابقاً) معہد الشیخ زکریا، چپاٹا، زمبیا، افریقہ (حالاً) مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

مناصب: سرپرست: مرکز اہل السنۃ والجماعۃ وخانقاہ حنفیہ 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا پاکستان

بانی وامیر: عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ

چیف ایگزیکٹو: احناف میڈیا سروسز

بیعت وخلافت: الشیخ حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ (کراچی) الشیخ عبد الحفیظ مکی رحمۃ اللہ علیہ (مکہ مکرمہ) الشیخ عزیز الرحمٰن ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ (اسلام آباد)

الشیخ سید محمد امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (خانیوال) الشیخ قاضی محمد مہربان رحمۃ اللہ علیہ (ڈیرہ اسماعیل خان)

الشیخ ذوالفقار احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (جھنگ) الشیخ محمد یونس پالنپوری حفظہ اللہ (گجرات ہندوستان)

چند تصانیف: دروس القرآن خلاصۃ القرآن کتاب الحدیث دروس الحدیث کتاب السیرۃ

کتاب العقائد کتاب الفقہ کتاب الآداب شرح الفقہ الاکبر کتاب المنطق

تبلیغی اسفار: خلیجی ممالک ملائیشیا جنوبی افریقہ سنگاپور ہانگ کانگ ترکیہ وغیرہ (23 ممالک)

مکتبہ دار الایمان